

الفوجي بيني (ابي صنف)



ہاتھ پر چاہیا۔

”تم آخوند چاہتے کیا ہو؟“ سر سجاد کی آواز بھر بھر اگئی۔

”یہی جو کہہ رہا ہوں۔“ اجنبی نے کہا۔ اس نے کھانا شروع کر دیا تھا۔

”مگر یہ طریقہ؟“

”ڈیڈی کھانا کھانیتے۔“ رضوانہ بولی ہے کوئی بہر دیا ہے کھانے کے بعد انعام بھی طلب کرے گا۔

”کیوں؟“ سر سجاد نے اجنبی کی آنکھوں میں دلچشمہ ہونے والے سوال کیا۔

”ہاں میں تم سے تجوہی کی بخی بھی طلب کر سکتا ہوں! مگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سبی صبح ہی اس کا سوال پیدا ہو گا کہ ناشتا کہاں سے کیا جائے لیکن کافی شاید میں کسی دوسرے کی میز پر نظر آؤں۔ تمہارا مشورہ مجھے قطعی پسند نہیں آیا۔ بس پیٹ بھر رہا ہوں۔“

سر سجاد خاموش بیجا رہا۔ رضوانہ کھانے لگی تھی۔

”یاد تم بے حد بور آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ اجنبی نے پھر سر سجاد کو غنا مطلب کیا۔ مخصوص کی طرح چوپے بیٹھے ہو کھاؤ تا!

”بہت ہو چکا، زبان بند کرو۔“ سر سجاد میز پر ہاتھ مار کر دیا۔

”ہاضم خراب ہو جاتا ہے مژہ۔ کھانے کی میز پر تاؤ کھانے سے۔“ کہنے کا انداز مضموناً تھا۔

”اگر خاموشی سے زہر مار کر تھر ہو تو کیسی سحر ج ہے؟“ رضوانہ نے کہا۔ وہ اس بے باک آدمی میں مدپی لیتھی تھی۔

”کھانے لذیذ ہوں تو بولنے کی ہلت نہیں ملتی۔ تم لوگ بڑی گھٹیا پیزیں کھلتے ہو۔“ اجنبی بولا۔

رضوانہ کباب ہو کر رکھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیوں شوپے کی قاب اس کے مذہ پر کھینچ مارے لیکن رو الور جو شخص رو الور کے زور پر اتنا بچھوڑ سکتا ہے وہ اسے احتمل کرنے سے بھی نہیں چوکے گا۔

سر سجاد میز پر دونوں ہاتھ رکھ کر اُسے گھوڑے سے عر رہا تھا۔

”انکھ رہے عجیب لوگوں سے طاقت ہوتی ہے۔“ اجنبی نے مرغ مسلم کی یا بگ کاشتے ہوئے کہا۔ مثلاً نام ہے غان بہادر علاں ابن فلال! اور کھائی گے سونگی دا

”تم کون ہو؟“ سر سجاد نے بھڑائی ہوئی آواز میں لوچا۔
”اوہ! اکیا ایک وقت کے کھانے کے لیے یہ ضروری
ہے کہ میں تھیں اپنے حسب نسب سے بھی آگاہ کر دوں!“
”میں کہتا ہوں تھیں اس کی جرأت کیسے ہوئی؟“ سر سجاد
نے آنکھیں نکالیں۔

یعنی جیک مانگنے کا قاتل تھیں ہوں۔ باور جی اب
اگ پہٹ چاہئے لیکن تم اس وقت تک کھرے سے باہر
قدم نہیں نکال سکتے جب تک کہ میں چلانہ جاؤں! ہاں جیک
ہے اسی عکم کھرے رہو!“
”تم جانتے ہو کہ تم سے کتنا بہرا جرم ہو رہا ہے؟“ سر سجاد
کے سامنے کھوڑتے ہوئے کہا۔

وہ اس کی بات کا کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھا
کریں کھلائی اور بیٹھ کر روایا لور سانخے رکھتا ہوا بولا۔ ”بس
اب کھانا شروع کرو مگر شریفین کی طرح۔ میں کھانے کی میز
پر ہاتھا پایا نہیں پسند کرتا۔ کھانے کے خلاوہ تم سے اور
کوئی حرکت سرزد ہوئی تو... روایا لور میں پورے رادنہ موجود
ہیں اور یہ بے آواز بھی ہے۔“

رضوانہ اپنی کرسی سر سجاد کے قریب کھلائی گئی لیکن
اس پر اجنبی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ تو اس کی طرف
دیکھ بھی تھیں رہا تھا۔

اس نے بڑے اطمینان سا اپنے آگے رکھی ہوئی بلیٹ
پیدھی کی اور قاب کا دھن اٹھا کر اس میں سے شور بنتکلنے
لگا۔ رضوانہ اور سر سجاد بے حس و حرکت بیٹھ رہے۔
”ہا میں!“ اس نے ان کی طرف دیکھو کر کہا۔ ”چلیے شروع
کیجیے! آپ لوگ تو تکلف کر بے ہیں!“
”بیکو اس دند کرو!“ سر سجاد غرما۔
”کھانے کی میز پر غجر سے خاموش نہیں بیٹھا جاتا!
شروع کرو۔ ابھی میں تھیں بیٹھے بھی سناؤں گا!“

”کیا تم پاگل ہوتے ہو؟“
”پاگل تو تم ہو کہ اگر تمہاری میز پر کھنڈی تیسرالعمری آجائے
 تو تم اپنے ہاتھوں کو لو گے۔ چلو شروع کرو دند گولی مار
وہیں گا۔ میں دستہ نہ فھاتیں کھانا کھلنے کا عادی ہوں۔
کپوتو موکی با تھیں بھی شروع کروں۔ میں کہ آہ! آج حرم بعد
خوشگوار ہے، مل بھی رہے گا اور شاید پھر سوں بھی رہے۔
منوانہ نے اپنی بلیٹ پیدھی کی اور قاب کی طرف

میں اسے قطعی پسند نہیں کر رکھا مگر کام کی طرف دھیان نہ رکھ جاتا۔ سکھ دوڑا یہودی بھی گاؤں کی پلاٹتے چلاتے فرمائی طور پر غیر حاضر ہو سکتا ہے اور گاؤں کی سرکش پر جانے کے بجائے کسی علاج کے زمزیں پر چڑھو سکتی ہے اور...“

رضوانہ نے ہری بہتر بھاگ خود بھی ذہنی طور پر غیر حاضر جائے کیونکہ اب چرخ تو جل ہی پڑا تھا۔ وہ پُرپُرانے جادہاں پر اور وہ ان جنگلی خرگوشوں کے مستقل سوچارہی بھی جن کاشکا اس نے پچھلے دن لیا تھا۔

چھ دیر بعد پادری کی کھانے کی ٹولی دھکیلتا ہوا مگرے ہے داخل ہوا اور رضوانہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اب اس کی شامست آ جائے گی۔

جیسے ہی ٹولی میز کے قریب رکھی سر سجادہ تیسری پیٹ کی طرف اٹکلی اٹھا کر دہرا دا۔

”یہ کیا ہے؟“

پادری پوکھلانگ اسے دیکھنے لگا پھر مکلا یا ڈھم۔۔۔ نہ... نہ ت تو... نہیں رکھی... حضور... یہ پپڑیت ہمیں تو کیا آسان سے پیکے ہے! کیا تیری ہوت آئی ہے! جھوٹا کیونا۔

”عہر دا!“ دفعہ ایک گھنچ دار آدا نہ کمرے میں گوئی ایک آدمی سلے منے والے دروازے کا پردہ ہٹا کر آگے بڑھ اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی نظر آیا جس کا رخ انہیں تینوں کو طرف تھا۔

سر سجادہ کا نہ کھلا اور پھر بند ہو گا۔

چلو، چپ جا پ کھانہ میز پر لگا دُڑت آنے والے نے تھکانہ لے چکا۔ اخیر کسی کی زبان سے ایک لفڑی تک توبے دریغ فائر کر دیا گا۔ تیسری پیٹ میں نہ کمی تھی باور پادری سر سجادہ کی طرف دیکھنے لگا۔

”چلو! کیا تم نے سنا ہیں، کھانا کا ڈاٹ؟“

رضوانہ خوف نزدہ نظر آنے لگی تھی لیکن سر سجادہ کے چہرے پر المجن کا آثار تھے۔ وہ بھرائی ہوئی آدا نہ میک باور پیدے لے لا۔ کھانا کا ڈاٹ؟

آنے والا ایسی فال کی پستلوں پادری ساہ اور جیکٹ میں تھا۔ مگر پکیں میک کے دوہیانہ رہنا ہو گی۔ جسم کی بنادٹ پتارہ ہی تھی کہ وہ کسی گینڈ سے گلارچ ہبہ بھی نہیں

سر سجادی اور اس کی بیٹی رضوانہ ڈاٹنگ
پلیٹس لگا دی گئی تھیں اور باورچی شاید پھر میں تھا۔ وہ دونوں
گفتگو کرنے ہوئے ابھی طرف چلے آئے تھے زدنہ کھانے کی میز
پر پہنچنے میں آجی سات یا آٹھ منٹ کی دیر تھی۔

سر سجاد ایک باصول اور وقت کا پابند آدمی تھا۔ عفر
ادفات تو اس کی اصول پرستی اور وقت کی پابندی رضوانہ
کو مضبوط نہیں بھی لگتی تھی لیکن خاموشی کے علاوہ اور کوئی چار
نہ تھا کیونکہ سر سجاد جیسے لوگوں پر کسی فتح کی بھی مخالفت نہیں
صورت میں بلکہ پر تشریک کے دورے پر نہ لگتے ہیں۔
میز پر تیسرا پیٹ دیکھ کر وہ منٹ گیا پھر رضوانہ کی
طرف ہرگز جواب طلب نظر دل سے دیکھا۔
رضوانہ کو بھی اس غیر متوقع تبدیلی پر تیرت ہوئی تھی۔
اس کے علم میں نہیں تھا کہ کوئی تیسرا آدمی بھی رات کے کھانے
پر ہو گا۔

”اس کا کیا مطلب ہے؟“ سر سجاد نے تیسرا پیٹ کو
ٹرن انگلی اٹھا کر کہا۔

”میں کیا جاؤں؟ میں نے تو کسی کو مدعونہیں کیا؟“
سر سجاد نے ایک طویل سانس لی اور سر پر ہرگز ڈاٹنگ
چیز پر بیٹھ گیا۔
رضوانہ چند لمحے بچلا ہوٹ و اس توں میں دبئے اُسے
خاموشی سے دیکھتی رہی پھر بُرا سامنہ بننا سمجھ بولی۔ تو آخر
اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہو سکتا ہے باورچی پر
غلطی سے رکھ دی ہو؟“
”غلطی۔“ سر سجاد کے لمحے میں جھلائی تھی۔ کہ
سمروات میں بھی غلطیوں کا امکان ہو سکتا ہے؟
”اوہ ہے دیدی! ختم بھی کیجیے۔ میں ہٹائے دیتی ہوں۔“
”نہیں ٹھہر دے، آنے دو۔ اس سے میں جواب طلب
کر دیں گا اور نہ کل اس میز پر پلیٹوں کے ساتھ کسی خالش نہ
کرتے کی لاشیں بھی نظر آ سکتی ہے!“
رضوانہ خاموش ہو گئی کیونکہ اس سلسلے میں بہت غزل
تھی۔ سر سجاد ایسا ہی بھلی تھا۔

اس نے بھی ایک کرسی پیٹ پر جا پہنچ گئی
سر سجاد پر ٹھہر آ تارہ۔
”اس قسم کی غسلی ذہنی طور پر غیر حاضر ہونے کی کیمی ہے۔“

”اوہ... کم بخت اب کیوں رکا ہوا ہے؟“ دفعۃ سرجناد
دانت میں کر غیر ایسا۔

”ہم کپٹ میک اس طرح بیٹھ رہیں گے۔“ رضوانہ نے پہنہ

آواز میں کہا۔ تم بڑے ناشکرے ہو۔“

پردے میں جنس شکن نہ ہوئی۔ ابھار بدستور قائم

رہا۔ دفعۃ سرجناد جعلہا کراٹھا اور پردے کی طرف پڑھا چلا گی۔

اپنی دانست میں اس نے ریوال اور کی نال ہی پڑھا

ڈالا تھا لیکن پھر کوئی قبی سی چیز اس کی گرفت میں جھوٹ

کر رہی تھی۔ باشیں ہاتھ سے ساس نے پردے کو جھکتا دیا۔

”اوہ!“ رضوانہ نے میخراز لہجے میں کہا اور پھر ہنس

پڑھی کیونکہ پردے پر نظر آئے والا بھار ایک واکنگ

اسٹک کے نچلے مرے کام ہوں منت نتھا جس کاہینہ دل

ایک کسی کے ہتھے سے نکاد یا لیا تھا۔

”خاموش رہو!“ سرجناد غمزد ایسا اور رضوانہ اس طرح

خاموش ہو گئی ہے سرجناد کے اس لہجے کی بنایا پاس کے ذہن

کو جھکتا رکا ہو۔

خانہ میں خداوند کا دل

خانہ میں خداوند کے عالم میں دل سے خفت

ہوا تھا اور اب کمرے میں صرف دہی دلوں رہ گئے تھے۔

یک بیک سرجناد سینہ تان کر چلتا ہوا کمرے کے

وسط میں آیا اور اس طرح رُک کر چاروں طرف دیکھنے لگا

جیسے بیلی باراں کمرے میں آیا ہو۔ رضوانہ کے لئے اس کا

روتیری تھیر انگریز تھا۔ اس نے استفہا میہ انداز میں تھیں جھپٹائیں

اور ٹھک اسی وقت سرجناد گر جتنے لگا مجھے اس طرح

خوف زدہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں اپنے سینے میں فولاد کا دل

رکھتا ہوں۔ چھپ کر حملہ کرے گے، کرو۔“

”اویڈی!“ رضوانہ کی آواز کا نبہ رہی تھی۔

”اپنے کمرے میں جاؤ۔“ سرجناد کا ہجھ تھکانہ تھا۔ میرے

بازوں میں اتنی قوت ہے کہ بیک وقت کھنی ادمیوں کا کھا

گھوٹ سکتا ہوں۔ اپنے کمرے میں جاؤ۔ کیا تم نے سُنا

نہیں۔ جاؤ۔ وہ سمجھتے ہیں شاید میں تمہاری موجودگی میں آگ

اور خون کا کھیل پسند نہ کروں! جاؤ۔“

رضوانہ میں اتنی تہمت نہیں تھی کہ وہیں کھڑی رہ سکتی۔

اے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یک بیک سرجناد کا دماغ

ماوف ہو گیا ہو۔

”اوہ... کم بخت اب کیوں رکا ہوا ہے؟“ دفعۃ سرجناد

ضفر در طلب کرتا!“

”چھر اس طرح خود کو نظرات میں ڈالنے سے کیا فائدہ؟“

”میری بے چین طبیعت اسی طرح سکون پاتی ہے۔“

”تو یہ ریوال رعنی دھمکانے کے لیے ہے؟“

”میری مرضی کے خلاف پھر کر کے دیکھو۔ اس کا بھی تجوہ

ہو جائے گا۔“ اجنبی نے انتہائی تمحیہ میں کہا۔ توگ یہ سمجھتے

ہیں کہ ایک سگریٹ کے لیے ایک کارتوں بر باد کرنے پا سند نہ کر دیں

کا یہ میرا اصول ہے میر کے میں ضرورت سے زیادہ نہیں صول

کرتا... مثلاً اگر اس وقت مجھے پانچ روپیوں کی

ضرورت ہے تو میں تمہارے پرس سے صرف پانچ ہی کا لاث

نکالوں کا خواہ اس میں پانچ ہزار ہی کیوں نہ ہوں۔“

”شاید اسی لیے اب تک پنج بھی سی رہے ہو؟“ رضوانہ بولی۔

”لوگ تمہاری ان حرکتوں کو تفسیر کیا ہے؟“ سرجناد کے

لابور، میر داگ بنتا جا رہا ہوں کیوں؟“ وہ اس کی سکھوں

میں دیکھتا ہوا امسکرا یا۔

رضوانہ پھر نہ بولی۔ سرجناد بھی خاموش ہو گیا تھا۔ اجنبی نے

کھانا ختم کر کے نیچپن سے ماتھا صاف کیے اور اسے میز پر

ڈالتا ہوا بولا۔ سگریٹ۔

”میں سگریٹ نہیں پیتا۔“ سرجناد نے بڑا سائزہ بنانے کیا۔

”ہمہاں کیلئے بھی نہیں رکھتے؟“

”ٹھاہر ہے کہ اس کے لیے یہاں سے اٹھنا پڑے گا؟“

رضوانہ بولی۔

”اوہ... اچھا تو پھر کہیں اور ہی۔“ وہ اٹھ گیا۔ ریوال اور

امھا یا اور اسے پاؤں دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”میں پردے کے لیے دیکھنے دو تین منٹ ٹھہروں گا۔ کوئی کمرے

سے باہر نہ جائے۔“

وہ دروازے سے گزر کر پردے کے پیچے غائب

ہو گیا لیکن ریوال اور کی نال پردے پر اُبھری ہوئی نظر آسی

تھی۔ وہ سب ساکت و صامت پردے پر نظر میں چڑھا رہا۔

چھر سرجناد جونک کر دیوار سے لے چکھنے کا لکھنے کی طرف

و دیکھنے لگا جس کی ”لہن نہک“ اٹھیں اپنی کھوپڑی سے خلن

ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

پھر شاید تین منٹ سے بھی زیادہ گزر گئے لیکن پردے

پر کسی نوکی چیز کا جاراب بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔

”اوہ! ہاں ٹھہر وہ میں تمہارے لیے تھوڑی مشکلی مہیا کر سکوں گی؟“ اس نے اٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

اجنبی نے روپیاں اڑا کر پر بیان ہاتھ کھٹکتے ہوئے کہا۔ ”نہیں ٹھہر وہ میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ میں پولیس کو فون کرنے کا موقع دوں۔“

”تمہاری ہر ضریب اِرضوں نے بے پرواٹی سے کہا اور پھر کھانے میں مشغول ہو گئی۔“

”کچھ دیر تک خاموشی رہی۔“

”آخر انحرکتوں کا مقصد؟“ سرجناد نے کچھ دیر بعد

ٹھہرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”روپیں میں خون یعنی سے گردش کرنے لگتا ہے اور ساری کاہی دوڑ رہ جاتی ہے۔“

”بھروسہ ہے بعض اتنی سی بات کے لیے اتنے عملات

ہیں مول لیے جاتے۔“

”چھر تمہارا کیا خیال ہے؟“ اجنبی اس کی آنکھوں میں

دیکھتا ہوا بولا۔

”اپنا خیال میں اُسی وقت ظاہر کر دیں کا جب تمہارے

ہاتھوں میں سیکھ کریں ہوں گی۔“ سرجناد نے غمزد رکھا۔

”بھروسہ ہو!“ اجنبی کے لہجے میں تھخیر تھا۔ میں آر من

لوبن یا بہرام نہیں ہوں۔“

”اوہ!“ سرجناد نے ہوٹ بھلخ کر سر کو جبکش دی۔

”اوہ نہ کسی جا سوی فلم کا نوجوان تھا نے دار ہوں جو

وردی پہن کر گاتا ہے... آجا سجنیا چشم چشم جلی آجس اسے

ہو۔ خیر اُنم سگریٹ کوں سے پیتے ہو۔ اس سے میں۔“

پڑے لٹخ تجربات ہوئے ہیں۔ کل ہی ایک گدھے کو پڑا تھی

سوٹ پہنچنے دیکھ کر جیب میں ہاتھ دال دیا تھا مگر نکلا کیا۔

ڈھانی آنے والا پیٹ... جھٹکا فراس زور کا تھیڑر سید کیا

یا چالکیٹ کے پیکٹ نہ میں۔“

رضوانہ پھر ہٹھرہنیں پڑیں ایک لیکن اس بار سرجناد نے اسے

چھوڑ کر نہیں دیکھا۔ شاید اب وہ بھی دیکھی نے رہا تھا۔

اس سر پھرے جو ان میں۔“

”میرا خیال ہے کہ پڑھنے لکھے آدمی ہو، سرجناد نے کہا۔

”کچھ تھا! اب نہیں ہوں۔“

”کیا بیرد نہ گاڑی سے نتگ آگر؟“

”نہیں نہیں! اب تھے اتنا دامیتک بھی نہ کھجو۔“ وہ بیان

کہ دکھی بھجی، بیٹنگ کا بھڑت۔ پچھلی رات ایک ایسے ہی آدمی کی میز پر میری موت دا ق ہوتے ہوئے رہ گئی۔ بیٹنگ کی موٹی سوئی روٹیاں اڑا کر بھار کیم جسے ہری زہر بار کرنی پڑیں جس کا میٹھا نیچہ یہ نکلا کرنا شتا اور دوپہر کا کھانا گول۔“

”رضوانہ غیر ارادی طور پر ہنس پڑی اور سرجناد نے اسے گھوڑ کر دیکھا۔

ادھر ناخانہ میں ترستے بولا۔“ بیان کھا جاؤ اسے سہی کیوں بے چاری! یار بڑے میاں عقل کے ناخ لوا کیا۔

آسمان لوٹ پڑا ہے تھا میں جام چپا تھا! چار چپا تھا!“

”خاموشی سے کھاتے رہو!“ بدعتی نہیں!“ رضوانہ

نے غصیطہ ہائی میں کہا۔“ میں سمجھ گئی تم وہی ہو سکتے ہو۔“

”کون؟“ سرجناد نے پھر رضوانہ کو ٹھوڑا۔

”کیا آپ نے اخبارات میں اس زہر کے متعلق نہیں پڑھا جو راہگروں کو روک کر ان سے مخفہ پکڑتا ہے؟“

”اوہ!“

اجنبی پر کاک کا کوئی واضح اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ

بستور کھانے میں مشغول رہا۔ رضوانہ کھم رہی تھی۔ اب بھی پچھ

ہی دل پہنچنے شہر کی ایک گلی میں جس نے میری ایک بھی بڑی کورڈ کا

تھکا اور اس کا پارس چین کراں میں چالکیٹ کے پیکٹ تلاش کیے تھے۔ پرس میں تقریباً پندرہ سور و پہنچے بھی تھے لیکن

نہیں ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا!

سرجناد میز پر جوک کرنا نوائدہ میہان کو ٹھوٹنے والی نظر دیے دیکھنے لگا۔

”ڈاؤن اور کیا!“ اجنبی مرنے چلاتا ہوا بولا۔“ مجھے ایسی

لڑکیاں زہر ہی لگتی

اوہ بھی تیرنے کیا ایسی میں صاحبانِ دولیں آئیے
پر لشانِ انقلاد تھے ہے یعنی:
فریدی پچھتہ بولا۔ دو اخلاق سے ایک دریگری بللہ اخلاق
قیب آئے پر اس شاہ سے کافی کیلے کیا اور جو حمید کی طرف
دیکھتا ہوا بولا۔ اس مخرب سے پہنچ کے متعلق ایک دلچسپ اللاح
ملے چلتے۔

”شیں ایک بھوک سکا اگر بینک کی دعویٰ سے کمی مخرب ہے
کاکی تعلق ہو سکتے ہے۔“
”کیا تم کوئی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرو ہے ہو؟“
”اگر کوئی تعلق نہیں ہے تو مجھ پر بھی بیال ہو جائے چاہئے۔“
فریدی نے سکلا کو انشیں ٹھرے ہیں رکھ کر ایک طولی سائر
ل اور حمید کی انٹھوں پر دیکھتا ہوا بولا۔
”سر جاگ ساخت ہو۔“ اس نے پوچھا۔
”جیوں؟“ حمیدیک بیک چونکہ پڑا۔
”تم اس ساری خوبی کی بیوں و“
”ہم بینک کی دعویٰ کے متعلق گستاخ گردے ہے تھے!
غایب ہے کہ اپنے اس وقت جو کچھ بھی بھیں گے وہ اس سے
غیر متعلق نہ ہو گا۔
”اس مخرب سے کہنا کوئی لوتھا جیلی رات اس نے سر جلا
کی میز پر کھانا کیا تھا۔“
”بیال ہی اس کے متعلق کی جگہ ہوں لا غالباً اگر نے
پہلوت میچ کلائی ہے۔“
”اس کی لڑکی رضوانہ فریدی نے کہا وہ پھر
بھی کہنا چاہتا تھا میںیں دریگری اسے کر کر خارج ہو گیا۔
کافی کی ٹھرے پر سر کوئی بھی اور دریگری طالا۔
”وہ ایک دل اور دل کا اگر کافی نہیں تو یہ کیا تھا۔“
فریدی نے کہا۔ ”لڑکی کا لیاں ہے کہا اس نے زیادہ
بیال کوئی آج تک خیس دیجیا۔“
”صرف کھانا ہی کھایا تھا اس نے۔“
”صرف کی جیز کو باختیبی نہیں لکھا۔“ دیسے اس
نے سر جلا سے کہا تاکہ اس سے بخوبی کوئی بھی طلب کر
سکتے۔
”پشاپریں دیکھا پاہتا ہے یہ فریدی بولا۔ سماں خیال ہے۔
وای بیک،“ جیزی رکش کر چکا ہے۔
”یہیں اس کا لئے کل سر جلا دیکھا تو کہا تو فریدی نے

ہر جسے میں جھوڑنا نہیں چاہتا اور جو بینک کے ڈاکے سے
نیلا ہے“ فریدی نے سکلا سلاکتے تھے گھا۔
”کون سائیں؟“
”اُس آدمی کا جو لڑکوں کے پرس میں مٹا خیال تلاش
کرتا ہے۔“
”الحوالہ لاقوڑہ۔“ حمیدی برا سامنہ بنا کر بولا۔ لیکن آپ
جس کہدا ہے یہی ہے۔“
”یا انکل؟“
”مزید الحوالہ لاقوڑہ۔“ حمیدی برا سامنہ بنا کر بولا۔
”بھلا اس میں کیا رکھا ہے۔ میری دالت میں تودہ کوئی
ایسا آدمی ہے جو لڑکوں میں مقبول ہونا چاہتا ہے۔“
”لیکن میں ایسے اذیسوں کو پسند نہیں کرتا جو لیوالوں کا
کمرفت ٹافیاں وصول کرنے کی کوشش کریں۔“
”پتے ہے آپ کو کتنی جاں بخیں ٹھنڈے ہو جائیں یہیں بیک
والے کیس میں، مگر تمہرے یہ کیا آپ کو اس کی اطلاع رات
ہی کوں گھنی تھی۔“
”ہر طی ہر قوم صبح کو برا بستر غالی کیے دیکھتے؟“
”اور اسی وقت آپ کوئی بھی حکوم ہو گیا تھا کہیں
ٹٹ چکلے ہے۔“
”اندازہ تھا۔“
”آپ خود ہی اپنے بیان کی توجہ کر رہے ہیں۔ ایک
طرف یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ آپ نے اس قسم کی کوئی اطلاع
میں کوئی دوستی تھی اور وہ میری طرف حکارت کے حادثے
کے متعلق سن کر آپ نے اندازہ بھی کر لیا اگر بینک لئے گی
ہو گا؛ کیے مل ہے؟“
”کہاں کی باس ملیتھے اتوں کرو بھیجے اس ڈاک کے
متعلق علم بھی تھا تو میں یہ کیسے جان لیتا کہ اس کیلے کوئی
حادثت ہی اٹا دیں گے۔“
”تو آپ کوڈاکے کی ایکم کا علم تھا،“ حمیدی نیک جیکاں
”سوال یہ ہے کہ یہ بات بھوپلی ہے؟“
”کہنے کی بات؟“
”کیا کہنے نہ تھے کوئی کو اس قسم کی کوئی اطلاع دیکھتی؟“
”کیا آپ کی رہنمی تحریری تھی؟“
”وہ رپورٹ کو تیزی سے قائل کے دیے تھے اور اس نے
کے مطابق کی اور کے علم میں تباہی چاہیئے تھی۔“

بھی اس سے ملاقات نہ ہو سکی اور بھراتے رہیا پڑا۔ بینک کی
نے دھوکا تو نہیں دیا تھا لیکن آواز سونپنے دی۔ فریدی بھی کی تھی
بھرا سے کیا سمجھا جائے۔ وہ سوچتا رہا۔ میز پر وہ تہما تھا اور یہ لذتی
کا ڈاٹنگ بیال پچھے استاز زیادہ آباد بھی نہیں تھا۔
اس نے ملازمین سے پوچھ چکہ کر نامناسب نہ سمجھا۔
اے تو قع دعیٰ کہ فریدی اگر بیاں ہو گا تو میک اپ ہی میں
ہو گا ورنہ بھرا س طرح غائب ہو جانے کی کیا ضرورت تھی۔
لیکن پھر جیسے ہی اس نے دہانے کا ارادہ کیا
دفعت اس کے ذہن کو جب تک سال کا یونک فریدی ایک درانے
میں کھڑا مسکرا رہا تھا اور حمید کا یہ خیال غلط نکلا کہ وہ میک اپ
یہیں ہو گا پھر آخر اس رازداری کی کیا ضرورت تھی۔
وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا اور ایک کر سی کھنچ کر
بیٹھتا ہوا بولا۔ ”تھیں شاید پچھہ دیرانتظار کرنا پڑ رہے ہے۔“
”اس حد تک کہ شاید میں اسی کر سی پر پیدا ہوا تھا۔“ حمید
نے بڑا سامنہ بنالا کر گہا۔
”اوہ! امود خراب ہے شاید۔“ فریدی مسکرا یا۔ وہ خود
بڑے اچھے مودیں معلوم ہو رہا تھا۔
”میں کہتا ہوں آخر اس طرح بور کرنے سے کیا فائدہ؟“
”بھی میں اچانک اٹھا تھا اور شہر جھوڑ دیا تھا۔“
”ووہ؟“
”میں نہیں جانتا تھا کہ کیناڑا بینک کا قبضہ میرے ہی
پسروں کیا جائے گا۔“
”کیا مطلب؟“ حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔
”یہ سب بکواس ہے کہ میں نے اس کے متعلق کسی قسم
کی اطلاع تھی کہ دوستی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ اس افواہ کا ذمہ دار
کون ہے؟“
”تو بھرا س طرح غائب ہو جانے کی کیا ضرورت تھی؟“
” بتایا تو کہ میں اس قبضے میں نہیں پڑا جاہستا تھا۔“
”چہلی بار آپ کی زبان سے اس قسم کی گفتگوں میں ہوا
آپ تو خود عنہ دخل اندازی کر بیٹھنے والے لوگوں میں سے ہیں
بس اوقات آفسروں سے بھی اسی بات پر آپ کی ان بن ہو
گئی ہے کہنالا کیس آپ کے پسروں میں نہیں کیا آیا؟“
”میرے تو کیس کی نوچیت ہی پر منحصر ہے۔“
”اوہ تو یہ کیس اس قابل بھی نہیں تھا۔“
”بھی! میرے پاس اس سے بھی زیادہ دلچسپ کیس

کی پیٹن حمید کی موڑ سائیکل تار جام والی سڑک پر فرائٹے
بھر رہی تھی۔ سڑک سفان نہ ہوتی تب بھی شاید رفارٹ اتنی
ہی تیز ہوتی کیونکہ تقریباً ایک ہفتے کے بعد کرنل فریدی کا
سراغ ملاحتا۔
ایک ہفتے سے کرنل فریدی کے متعلق مختلف قسم کی
قیاس آرائیاں کی جاتی رہی تھیں۔ کسی کا خیال تھا کہ وہ ان
ڈاکوں کی ٹولیوں کا نشانہ بن گیا ہو گا جو بینک آٹ کیتا دا
میں ڈاکا ڈاں کر جعلے گے تھے۔ کوئی کہتا اس کی لاش بینک
سلمنے والی عمارت کے ملے سے لیقینی طور پر نکالی گئی ہو گی
لیکن دہانے سے برآمد ہونے والی کئی لاشیں تو اس قدر منسخ
ہو گئی تھیں کہ ان کی شناخت ہی نہیں ہو سکی تھی۔ ہو سکتا
تھا کہ انہیں میں سے کوئی لاش اس کی بھی رہی ہو۔
مگر حمید کے سے لیقین کر لیتا۔ لیقین نہ کرنے کا کوئی منطقی
جوائز نہیں تھا بس جھیں س کی بات تھی۔ اس کا ایمان تھا کہ
ہارڈ اسٹوڈن جیسے لوگ چوہے کی موت نہیں مر جاتے۔ دیے
جئے کوی اطلاع فریدی ہی نے بھرم پہنچانی تھی کہ بینک
کیناڑا پر ڈاک پڑنے والا ہے پھر وہ لیئروں کی گھاتتیں میں
نہ رہا ہو گا۔ کیا اس نے ان پر ہاتھ دلانے کی گھشتی نہیں
ہو گئی تھیں اس نے اس سلے میں وقت کا تین تو نہیں
کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی معلومات اس حد تک نہ رہی
ہوں اور اگر تھیں جیسی تو یہ بینک کو لئے سے بچا یا جاسکتا تھا
کیا اس کی حفاظت کرنے والے اس زبردست دھمکے سے
بوکھلا کر جاگ رکھ رہے ہوتے جس نے بینک سے تھوڑے
ہی نا صے پر ایک بڑی عمارت کو آن واحد میں خاک کا دھیر
بنادیا تھا۔
بینک کے پہرے والوں میں سے ایک بھی دہانہ نہیں
ٹھہر اتھا پھر بچنگ کی کو ہوش نہ آیا کہ بینک پر کیا اگر زریں ہیں
کیونکہ دھمکے نے ساری بھتی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔
ڈاک کے کالم تو اسی وقت ہوا تھا جب بینک کے علنے دھرے
دن اسٹرڈم بیک روم میں جھاڑو پھری دیکھی تھی۔
اسی صحیح حمید نے فریدی کا بستر غالی دیکھا تھا اور آج ایک
ہفتے کے بعد سے فون پر اس کا پیغام ملا تھا کہ وہ اسے تار جام
کے ٹبلٹی ہوٹل میں مل سکا۔ ساتھ ہی تایمکی گئی تھی کہ
وہ اس کا نذر گرا کیس سے بھی نہ کرے۔
مگر ٹبلٹی ہوٹل میں ٹھنڈوں مکھیاں مارنے کے باوجود

سوالیہ انداز میں کہا۔

”ظاہر ہے کہ اس نے ہمی سوچا ہو گا کہ ایسے بے بک

اوی می کا کتوارہ مناجیک تھیں ہے۔“

”شش!“ اس کا لادی اس کے مقابلے میں زیادہ ترتیب
ثابت ہوا تھا:

”یعنی اس نے اس کی طرف سے خود ہی اپنے مُٹہ پر

تھپٹ بارے شروع کر دیے ہے تھے“ ”جمید تھیڈی“ سے بولا۔

”اس نے اس کے جلے جانے کے بعد کافی شور و غل

چایا تھا۔ اس انداز میں جیسے جو کچھ کہہ رہا ہے اسے اس پاس

ہی چھپے ہوئے کہی اوی کو سنانا چاہتا ہوڑا۔“

”تجھے تو اس میں ذرہ برابر بھی تھی سفڑیں آتا۔ آخر

کون سی چیز تیرت انگیز معلوم ہوتی ہے اپ کو؟“

”تم نے ابھی وہ جلے کھاں نے ہم بوجا اس کی زبان سے

نکلتے۔ اس نے کہا تھا۔ اجھے اس طرح خوف زدہ ہمیں

لیا جا سکتا۔ میں اپنے یعنی میں فولاد کا دل رکھتا ہوں پھر

کر جلا کرنے سے تو یہ بھی کر سکے لیکھوڑا میرے بازوؤں میں

اتھی قوت ہے کہیں دقت کئی اویں کا لامحوڑ سکوں۔

پھر اس نے ابھی بھی سے کہا تھا کہ وہ اپنے مکرے میں جلی

جائے اور بعض نامعلوم اویں کے مستاق خیال فاہر کیا تھا کہ

وہ سمجھتے ہیں کہ سر بجادا بھی بھی کی موجودگی نیں اگل اور خون

کا جیل کھیننا پسند نہ کرے گا۔“

”اچھا تو چھر؟“

”جو اوی اتنا لیم ہو کر چھپ کر جلا کرنے کی دعوت بھی

دے سکے دا اس اجھی کے سامنے میز پر سکون کے سامنے

یکسے بیٹھا رہ ہو گا۔“

”ہاں یہ خور طلب ہے۔“

”لڑکی کو سمجھی سے اس بات پر غبور کیا تھا کہ وہ اپنے

کھرے میں جلی جائے اور دروازہ اندرے مقفل کیے بغیر نہ

سوئے پھر تینوں ملاز میں کو بھی سچی ہدایت دی گئی تھی۔

”میز تھنڈی سانس لے کر بولاؤ۔ شاید اسی لیے چھلی

رات مجھے بھی نہیں آئی تھی۔ اب تو یہ عالم ہے میرا کہ

لڑکی یعنی طور پر زکام میں جلتا ہے۔“

”کافی اچھی ہے۔“ فریدی کافی بات کا دھکن اٹھاتا ہوا

”خود دیکھو پھر مجھے جعل کر۔“

وہ عمارت کے اندر آئئے اور انچارچ انہیں سب سے پہلے سر بجادا کی خواب گاہ ہی میں لا یا۔ میز اور گرسیاں شکست حالت میں فرش پر فرم چرچیں۔ کئی خوب صورت اور پڑتے گلدن چکنا چور ہو گئے تھے۔ بستر مسہری سے آدھا لٹک آیا تھا اور مسہری بھی ترچھی پڑی تھی۔ قاتلین پر کئی جگہ خون کے دھنے نظر آئے۔ فریدی پڑتے انہاک سے تھرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

”کسی چیز کو مل تھا تو نہیں لگا یا گیا؟“ اس نے پوچھا۔

”بھی نہیں۔“ انچارچ نے جواب دیا۔ مطلب یہ کہ جب سے

تھیں بہاں آیا ہوں کسی چیز کو نہیں جھوٹا گا۔“

”غصک ہے۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا

بولا۔ مگر آپ تھیں بنابر کہتے ہیں کہ اس کی ااش بہاں سے گھیٹ کرے جانی تھی ہو گئی۔“

”ادھر قشریت لائیئے۔“ وہ ایک ادھر گھلے دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

اس نے اس کے دونوں پاٹ پوری طرف گھوول دیے

وہ سری طرف بھی ایک کمرہ تھا لیکن اس کے فرش پر میٹنگ نہیں تھی۔ ننگا فرش تھا اور شاید پچھلے دن اُسے صاف بی نہیں کیا گیا تھا وگرے گرد کی بلکی تھی ترروہ نشان ہرگز نہ بن سکتا جس کی بنابر اسچارچ کو لاش کے تھیئے جلتے کا شہر ہوا تھا۔

”قریباً ڈیڑھ یاد و فٹ چڑھا شان تھا جو اس دروازے

سے دوسرا سے دروازے تک پھیلا ہوا تھا اور جس کے درمیان کہیں کہیں خون کی یکیروں بھی نظر آ رہی تھیں۔

”آپ کا خیال درست ہی معلوم ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا اور نشان کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔

کہیں کہیں صرف خون کی یکیروں بھی نظر آئیں میتھد

کھروں سے گزرتے ہوئے وہ عمارت کے عقبی دروازے سے باہر آئے جو جنگل کی طرف کھلتا تھا۔ بہاں بھی کچھ درد تک خون کے نشانات میں لیکن پھر اس کچھ راستے کے قرب ان کا سلسلہ ختم ہو گیا جو جنگل کے متوازی مشرق اور مغرب کی طرف پھیلا ہوا تھا۔

”بہاں سے شاید اس کسی گاڑی پرے جایا گی۔“

فریدی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یعنی وہی مسخر، کسی جکڑ میں پڑے ہیں اپ بالکل جھوٹے

آگے پڑتے۔ اس نے دونوں پیاساں میں پکڑ کر کھینچتا ہوا اپ کے پاس لاوں گا۔“

”میری دلست میں سیاٹنا آسان کام نہیں ہے۔“

”حیدر ہو ابلا۔ وہ سب ڈھانے تک اپنے اپنے گھر میں مغلی رہتے ہے۔“

انہوں نے کافی ختم کی اور فریدی اس کی آنکھوں میں آگئی ہوئیں اڑکی کے بیان کے مطابق وہ خود جاتی رہی تھی۔

”یعنی ہو ابلا۔ جلتے ہو وہ لاش کس کی تھی؟“

”میری؟“ حیدر جھنگلا گیا۔

”اس کو می کی جس سے مجھے بینک میں مستوق ڈاکے کی

”اوہ! تو یہ کیسے“ حیدر نے نکھلے ہوئے میں اس کی طرفی تھی!

”مزید ملاقات ہم پہنچانے سے پہلے ہی وہ قتل کر دیا

”فریدی نے خاموش ہو کر کافی کام چھوٹ لیا۔ حیدر کچھ نہ بونا۔“

”اگر اپ اسی طرح اس مسخر کے کامنے پڑتے کر کہا۔“

”ہنگام ختم ہو جانے کے بعد بھی وہ کچھ دیر تکسل رہے ہی میں دیں تو بہتر ہے ورنہ میں خواہ نخواہ الجھنون میں مبتلا رہوں رہی تھی۔“ اس کے بعد نگروں کی آوازی سن کر دروازہ گا۔ یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ آپ کوئی اتنا ایم کیس چور گر کھوا لتا۔ نگروں نے اسے بتیا کہ سر بجادا خواب گاہ میں موجود پیچھی رات اس نے ایک لڑکی کے باب پرے کے باب کو جی چھیرا۔

”نہیں سے اونہ خواب گاہ کی حالت تو اس نے اپنی آنکھوں پرے دیکھی تھی۔ سارا سامن ٹوٹ چھوٹ لیا تھا۔ وہاں ایسی اپنی نظر

آئی تھی جیسے کچھ دیر تک جمکر رہا تھا ہوئی تھی۔ فرش پر جا بجا خون کی بوندی بھی تھی۔ عمارت کا کوثر گوشہ چھان مارا گیا لیکن سرخ

کام رانے کہیں نہ لتا۔ یہ صرف دوسروں کی زبان مجھے پہنچا ہوئی تھی۔

”جس پر حیدر ہوا تک آیا تھا۔“

”س جھار انتفار تھا۔“

”بہاں تار جام میں“ حیدر نے تیرتے سے کہا۔ اخڑا

”نہروی شہر جوں نہیں چڑھتے تھے۔“

”شہر کو کیا کرتا۔“ اور قم غلط سمجھے ہو۔ وہ اپنی شہری

تیم گاہ میں نہیں تھا! بہاں شرفاد کے جنگلوں کے قریب بھی اس کی ایک کوئی تھی ہے۔“

”کھرے میں جلی جائے اور دروازہ اندرے مقفل کیے بغیر نہ سوئے پھر تینوں ملاز میں کو بھی سچی ہدایت دی گئی تھی۔“

”ملاز میں بھی خوف زدہ ہیں اور لڑکی بھی۔“

”میز تھنڈی سانس لے کر بولاؤ۔ شاید اسی لیے چھلی

رات مجھے بھی نہیں آئی تھی۔ اب تو یہ عالم ہے میرا کہ

جیسے ہی جھینک کی اندرازہ کر لیتا ہوں کہ پڑ دس کی کوئی

لڑکی یعنی طور پر زکام میں جلتا ہے۔“

”کافی اچھی ہے۔“ فریدی کافی بات کا دھکن اٹھاتا ہوا

”خدا کی پناہ۔ اپنے اتنا بڑا خیال اتنی آسانی سے

ظاہر کر دیا۔“ فریدی مسکرا گیا۔

ایک اس نامعلوم آدمی کے قتل کا اور دوسرا وہ جس کی وجہ سے سر بجادا کے معاملے میں بھی دبپی لیئے پر غبور ہو گیا ہوں۔“

مگر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ لاش بھائی "محمد" نے پوچھا۔

"مگنی ہیں کہا جاسکتا" فردی صراحتا۔

میخون، اخراج کا سال تسلیم اور قائم کو مدد و شرع سے بدلنا اسی کے لحاظ پر فرمائے تھے۔

لیتھی کے ساتھ میخون کہا جاسکتا کہ لاش بھائی۔

میخون کے کارہ مرت شفیعی جو گیا ہو۔ لاش کو چھپنے پر فرمائے تھے کہ اس کا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

جس کی وجہ سے اس کا انتقال کرے گا اس کا سارا انتقال کرے گا۔

بٹلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ہیں پچھلے لوگوں کے لیے یہاں انا پڑتا ہے تاکہ وہ آرام کر سکیں۔ اداہ میرے خدا، کیا میں انہیں پھر دیکھ سکوں گی؟" اس کی آواز بھر آئی اور سرخ مرغ انہیں میں آشوتیرنے لگے۔

پڑے ہوں۔

"چھر ہیں کیا کہا جاہے؟"

مگر مجھے پہنچنے والی تک جائے" قریبی نے۔

سکلا کام تھی جس سے نکل اکاس کی طرف بڑھتے ہوئے گھما۔

ختر بی جاب ایسی نہیں بتتا۔

فریدی تاکہ سکارا شخص کی اور اس کا سارا انتقال کا

پھر لالا۔ کیا اس پتھار کے دران کوئی اپنے سفر سے باہر

چھوڑا جائے؟" اس دن تک اس دو ران میں دو توں

کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا تو نہیں ہوا تھا؟"

"میری دلنشت میں تو نہیں۔"

کیا پھر پلی رات وہ خوف زدہ بھی تھے؟"

"ہرگز نہیں! اتنے غصے میں پہلی بار میں نے نہیں دکھا تھا۔"

ہرگز لالا کی قراسی کے بیانات لیتا چاہتا ہوں۔

فریدی تک پہنچا۔

بیرون ہے" اخراج نہ کھا۔

یعنی سلام اس ستریوہ پر جو بتا کے جتنا فریدی اپنے

سے من چاہتا۔ یاد ری نے اس تاخانہ میں کوئی دیکھا

تھا اس نے دہرات اس کی داستان کا اتنا دکھا کر سکا۔

یہ بھی کوئی بتا سکا اس سرحدے کے کسی کی دشمنی تھی۔

آخری اس کی لالی رخصانے کے پاس آئے اس کی

حالت ایتری۔ روئے روئے پیلس خود ہو گئی وہیں اس

تھی جسے بتایا تھا کہ سرحدے کی دشمن کے وجود سے لام

تھی اور تھا اس تھی کہ بھی اس کو ایسے ہو ڈیں دیکھا ہی تھا

جیسا تھا خداوند ہمان کے خصت ہر جملے کے بعد اس پر طاری

ہوا تھا۔

"لیکن آپ کسی طرح یہاں کر سکتی ہیں کہ وہ اس دلیر

جنہی کو پہنچے جلتے رہے ہوں۔" فریدی نے پوچھا۔

سرزد نہیں ہوا تھا جس کی بتا پر یہ ہمجا کے۔

لیکن آپ اس کے لئے جاں بحق کر لے گوں کو اس دریا نے کے

کتاب میں جکدا کرے۔

"لیکن شہر پر ملا جاؤں کا لیے ہے کہ دیکھی اتنی تھی۔

بکاری کیسے ایسی رکھا ہے؟"

نہیں۔ آپوں سے اتنا اندانہ تو گلایا کی جا سکتا ہے

لکھدی ہے۔

تمہیں، کہ باہر لے گئے ہوں۔"

"یکن انہیں واپس تو آنا چاہیے تھا۔"

"ملک ہے کسی اختیاری تدبیر کے تحت انہیں نے فرما ہے ہی واپس آنامناب نہ بھاہو۔"

"میں نہیں بھجو سکتی۔ میری عقل کام نہیں کرتی۔ ذہن جواب دے رہا ہے۔"

"بھر سے کام لیجیے۔ فریدی نے کہا اور بھر اپنے اپنے

تے بچا۔ گھٹے جانے کے نشان کے متعلق اپ کو کس نے بتایا تھا؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ وہ میری ہی دریافت ہے۔"

"آپ یہاں کس وقت پہنچنے تھے؟"

"صحیح تھا۔"

"آپ کو اطلاع کس وقت ہوئی تھی؟"

"بیٹری عجیب بات ہے۔" فریدی لڑکی کی طرف ملا۔" میرا

خیال ہے کہ یہاں فون موجود ہے۔"

"بھی ہاں! رضوانہ نے جواب دیا۔ میں نے رات ہی رنگ

کرنے کی کوشش کی تھی میں فون خراب تھا۔ اس وقت تک

یہیں نہیں ہوا۔"

"میں یہ بتانا بھول گیا کہ میں نے فون کے تار کٹھا ہوئے

پڑتے تھے۔ اخراج لولا۔"

"اوہ!" فریدی کچھ سوچنے لگا بھر لڑکی سے پوچھا۔

"بادر پری نے اپ کو اس نشان کے متعلق کس وقت بتایا تھا؟"

"زیادہ دیر نہیں گزری۔" لڑکی نے جواب دیا۔" شاید ایک

گھنٹہ پہلے کی بات ہے۔"

"میں اس سے بھر کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔" فریدی

نے اخراج کی طرف مڑ کر کھا۔

"بھی بلوتا ہوں۔" اخراج کہتا ہوا کمر سے

نکل گیا۔

اور بھر بادر پری کے آجائے تک خاموشی ہی رہی۔ فریدی

کسی گھری سوچ میں بھاوار حمید کی تمام تر توجہ رضوانہ کی طرف

تھی جو بھی کبھی کن انگھیوں سے فریدی کی جانب دیکھنے تھی تھی۔

"کیا رات تم میں سے کوئی عمارت سے باہر گئی نکلا تھا؟"

فریدی نے بادر پری سے پوچھا۔

"نہ... نہیں... خفروں، ہمت ہی نہیں پڑی تھی۔"

"تم اپنے کروں میں کس وقت واپس گئے تھے؟"
"ہم اپنے کروں میں نہیں گئے تھے جناب! یہاں بی بی جی
کے کمرے میں تھے۔"

"اور صبح تک ہیں رہتے؟"
"بی بی... بی بی جی فون کرنے کوئی تھیں،
تو ہم بھی ساتھ گئے تھے۔"

"اس نشان سے ملنے نہیں ہوں۔"
"(کیوں؟)"

"وہ ایسی جگہوں سے گزاریے جہاں صاف نظر آسکے۔
اگر تم کوئی ورنی چیز گھیٹ رہے ہو تو تمہیں منزل بیک پہنچنے
کے لیے کم سے کم فاصلے والی راہ کی... . فکر ہو گی لیکن اس
محاذی میں ایسا نہیں ہوا۔ گھیٹنے والا خواہ مخواہ مکروں اور
راہ کا بھی جائزہ لیا ہے۔ میں نے کم سے کم فاصلے والی
راہ کا بھی جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر بہچا ہوں کہ وہاں
وہ نشان واضح نہ ہے جاتا۔"

"اگر ایسا ہیا ہے تو اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"
"(چھوٹیں گے۔ ذرا ملڑکی کو بہلانے کی لاش کرو)"

"بن ماں کے بچوں کو دو دھونے پلاتا چھر دیں ہمیڈ جیلا گیا۔
فریدی سہستا ہوا خست ہو گیا۔

ہمید کی یہ سب سے بڑی مفہومی تھی کہ وہ غم زدہ
لوگوں سے دھنگی گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ کہنا چکھا ہتا
اور مٹسے کچونکتا۔ خصوصاً قفسہ میتکے موافق پر بہیش اس
نے خود کو پرے درجے کا درخواست کیا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے سوچا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی
کوئی مصلحت ہی ہو دینہ جلا بارداں سنون جیسے لوگ کسی
لڑکی کو بہلانے کا مشورہ کیوں دیں گے اور چھر اسے یعنی
کیپن حمید کو تو پھر اس لڑکی کے دل بہلانے کو بھی ملکانی
فرائض ہی میں داخل بھینا چاہئے۔

بہر حال اُسے اس کے کمرے میں آنا ہی دیا۔ وہ
خاموش بیٹھی تھی۔ بیکوں کا درم کسی قدر کم ہو گیا تھا لیکن انہیں
اب بھی خون ہو رہی تھیں۔

"تشریف رکھنے جناب!" اس نے بھرتانی ہوئی آواز
میں کہا۔

"جج.. بی بی!" حمید بکھلانے ہوئے بیچ میں بولا،
اور ایک کرسی میں دھیر ہو گیا۔ اس کی تجھیں نہیں آرہا تھا کہ
اب اُسے کیا کرنا چاہیے۔

لڑکی اسے استغفار یہ نظرؤں سے دیکھتی رہی۔
کی شکل دیکھ کر تجھے بھی بسو ناپڑتا ہے۔"

"میں تمہاری آٹو سائیکل لے جا رہا ہوں۔ تھیک بارہ
نچے صدر دروازے کے قریب موجود رہنا میں اول گاہ۔
"مگر تھا نے کی نکر کیوں ہے اُپ کو! لاش باہر لے جانی
مجھی تھی۔"

"میں اس نشان سے ملنے نہیں ہوں۔"
"(کیوں؟)"

"وہ ایسی جگہوں سے گزاریے جہاں صاف نظر آسکے۔
اگر تم کوئی ورنی چیز گھیٹ رہے ہو تو تمہیں منزل بیک پہنچنے
کے لیے کم سے کم فاصلے والی راہ کی... . فکر ہو گی لیکن اس
محاذی میں ایسا نہیں ہوا۔ گھیٹنے والا خواہ مخواہ مکروں اور
راہ کا بھی جائزہ لیا ہے۔ میں نے کم سے کم فاصلے والی
راہ کا بھی جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر بہچا ہوں کہ وہاں
وہ نشان واضح نہ ہے جاتا۔"

"اگر ایسا ہیا ہے تو اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"
"(چھوٹیں گے۔ ذرا ملڑکی کو بہلانے کی لاش کرو)"

"بن ماں کے بچوں کو دو دھونے پلاتا چھر دیں ہمیڈ جیلا گیا۔
فریدی سہستا ہوا خست ہو گیا۔

ہمید کی یہ سب سے بڑی مفہومی تھی کہ وہ غم زدہ
لوگوں سے دھنگی گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ کہنا چکھا ہتا
اور مٹسے کچونکتا۔ خصوصاً قفسہ میتکے موافق پر بہیش اس
بات نہیں تھی تھرہاں تو غم زدگی "کا چھلا بھی سکتا ہوا تھا۔ یعنی
وہ اخلاقی اس کے سامنے سکرا بھی نہیں سکتا تھا۔

شام کو فریدی بھی واپسی کیلئے تیار نظر آیا۔

"ارے جناب! سینے تو ہی۔ حمید ہما تھا ہمارے روکتا
ہوا بولا۔ کیا اسی سوت میں رات بس رکنی پڑے گی؟"

"تھیں آدم نہیں کرنا ہے؟ فریدی نے کہا۔
"معذوم رکیاں تجھے ہمیشہ کام چور بنا دیتی ہیں۔"

بیکوں کیس میں کر دیے جانے والے بھائیوں کے
رہا ہے اس لیے میں کسی بھی احتیاطی پہلو کو نظر انداز نہیں کر
سکتا۔ مجھے شبیہ ہے کہ اس عمارت کے نیچے کوئی تھانہ
بھی ہے حالانکہ لڑکی اور طازیں نے اس سے لاعلی بیٹا فاہر
کی ہے۔"

دارے تو اس میں پر لیٹانی کی کیا بات ہے؟ میں
آپ کی کوئی نہیں اس سے بھی زیادہ شاندار تھا نے بنوا کتا
ہوں لیکن خدا راجھے یہاں صہرنے پر مجبور نہ کیجیے۔ اس لڑکی
کی شکل دیکھ کر تجھے بھی بسو ناپڑتا ہے۔"

حکمت اسی کی وجہ سے اپنے کے ساتھ کھانا کھایا تھا۔
"وہ اتنا زیادہ ناشکرا تو ہمیں معلوم ہوتا تھا۔ رضوانہ نے
بیزادی سے کھا۔ غالباً وہ بخچھے ہی چاہتی تھی کہ حمید وہاں
سے اکھ جائے۔
"بس بخچھے اتنا ہی معلوم کرنا تھا۔ شکریہ۔" وہ اخو گیا۔ اسی
بوريت اس نے شاد و نادر ہی موس کی ہوا جیسی بوريت سے
اس وقت دوچار ہوا تھا۔

راہ واری میں بادر جی ماخوں پر جائے کی ٹرے اٹھائے
آٹا دکھائی دیا۔

"اپ چائے کھماں بیس گے جناب؟" اس نے قریب
پہنچ کر بوجا۔

"میں نہیں۔" حمید نے بے بروائی سے کھما اور آگے
بڑھتا چلا گیا۔ فریدی کی وجہ سے یہ خوبیت برداشت کرنی
پڑی تھی کہ طازیں اس سے چائے کیلئے پوچھیں۔
پکن کے قریب راجونظر آیا۔ وقت تو گوار ناہی تھا،
اس نے سوچا۔ اس سے تھوڑی بہت پوچھ جھوکر ڈالے
حالانکہ یہ پوچھ جھوکر ضوابط سے آگے نہ بڑھ سکی۔ وہ اس کے
عادات و اطوار بسدا اور ناپسند کے بارے میں معلومات بھرپورجا
رہا تھا۔

پکن کی میز پر اس کے لیے چائے رکھ دی گئی۔ اس نے
پیالی اٹھائی ہی تھی کہ رضوانہ بکھلانی ہوئی کچھ میں داخل ہوئی۔
"ادھر امداد کیجیے گا جناب! بخچھے علم نہیں تھا کہ آپ کون ہیں؟
اس نے بھرتانی ہوئی آواز میں کہا: ابھی ایک کالشیل تے
دوران گفتگو میں بتایا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جلا اس سے کیا فرق ٹپتا ہے؟"
حمد مسکرا۔

وہ بھی کری۔ کھنچ کر دیں بلیٹھ گئی۔

"میں نے کچھ دیر قبل آپ سے کچھ نامناسب قسم کی گفتگو
کی تھی۔ اس کے لیے منافی چاہتی ہوں۔ میں کیا بتا دیا۔ میں
آپ لوگوں کے کہتے تھا کہ: "تھے؟ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ ہیں کہیں۔ میں آپ کو
یقین دلاتا ہوں۔"

"خدا جانتے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لی۔
حمد اس سے سوچنے والی نظرؤں سے دیکھو رہا تھا۔ کچھ
دیر بعد وہ بھر ہوئی۔ میں کوئی صاحب کی بے حد مشکوں ہوں

"وہ... وہ... ویچھے تم۔" میرا خیال ہے کہ آپ کو
منفوم نہ ہونا چاہئے۔ "حمد بکھلایا۔
وہ چند لے اسے دیکھتی رہی بھر بولی۔ "مجھے سے
گفتگو سے نفرت ہے! اتنا بڑا حادثہ ہو گیا ہے اور آپ
کہتے ہیں کہ مجھے منفوم نہ ہونا چاہئے۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ بکھلا کر کھڑی ہو گئی۔
"وہ دوسرے صاحب تو کہہ رہے تھے..."
"اُن کا داماغ خراب ہو گیا ہے۔" حمید نے یوں ہی فریدی
میں کہہ دیا۔

"میرے خدا۔" وہ سر پر کوئی بیٹھ گئی اور حمید بوجھنے لگا
کہ کمیں تھیں میں جا گرائے اپنے سر پر کھاڑک پانچ جو تھے
رسید کرنے چاہیں کیونکہ بکھلا ہٹے میں اس نے دل بہلانے
کی بجائے دل ہلانے والی باتیں شروع کر دی تھیں۔ وہ
کوئی شکش کرنے لگا کہ سنجا لائلے کے نیکن بکھلا ہٹے تو
پس تور طاری تھی۔

"آپ ان... نہیں بھیں۔" میرا مطلب یہ ہے کہ آپ
کے دیڑی داپس آجایں گے۔ اکثر غلط فہمی بھی پیدا ہو
جاتی ہے۔

"یہن وہ غائب کیوں ہو گئے۔ میں نے بھی وہ نشان
ویچھا ہے۔ میرے خدا، میں کیا کروں؟"

"ایک بار...!" حمید نے اسٹارٹ لینا چاہا۔
"کچھ نہیں جناب، میں تھیں چاہتی ہوں۔ مجھے میرے

حال پر چھوڑ دیجئے۔" حمید نے محض اسی ایک بھلے کی بناء پر اٹھا۔ جانا
شان کے خلاف تجھ کر موضع بدلتے ہوئے پڑھا۔ کبھی کبھی

یہ عمارت خالی بھی رہتی ہو گی۔"

"بی بی! ظاہر ہے! جب ہم نہیں ہوتے تو خالی بھی
ہے۔"

"یعنی کوئی دیکھ جائے کرنے والا بھی نہیں ہوتا۔"
"تیر کسے مکن ہے؟ دو ملائیوں میں سے ایک چوکیدار

ہے جو ستقل طور پر بیہیں رہتا ہے۔
"کیا نام ہے؟"
"راخوا۔"

حمد پچھے سوچنے لگا بھر بولا۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ

حمدی نے کچھ پوچھنا پا گا مگر وہ آگے بڑھ کا تھا مدد و روشی والی مارچ اندر جسے میں رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ ہال میں آپ سے بخشنے۔

ملازموں کو حمید نے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ عمارت اپنے کمروں سے قطعی نہ نکلیں۔ کافی شیبلوں میں سے ایک عمارت کے باہر تھا اور وہ سارے رضوانہ کی خواب گاہ کے قریب۔

حمید نے قالین کا گوشہ المث دیا۔ مارچ کی روشنی خوب ہیں رینگ گئی۔

”غیر معمولی“ فریدی آہستہ سے بڑھ رہا۔ حمید نے اس عمارت کے متعلق وہ سب کچھ بتایا جو رضوانہ سے معلوم ہوا تھا۔

”اوہ فراان نالیوں کو دیکھو جو دونوں جانب اپر سے پیچے کی طرف گئی ہیں۔ بھلان کا کیا مصنف ہو سکتا ہے اور بھر ان کے درمیان لو ہے کی ابھری بھوئی پیڑیاں! کیا تم نے ان پر حیان دیا تھا؟“

”قطی نہیں۔ اوہ میں تو انہیں دیکھ رہی نہیں سکتا تھا۔“ فریدی نے بھر مارچ کی روشنی خوب میں ڈالی اور حمید نے پوچھا۔ کیا یہ اتر کرو دیکھوں؟“

فریدی کوئی جواب نہ دے پا یا تھا کہ یہ بیک ہلکی سی گھر گھرا بہت سناتی دی۔

وہ چونکہ رضوانہ کی ترمی ویخنے لگے جو آہستہ آہستہ اور اس طرح بھی تھی۔ یعنی دہانے سے تک افاسدہ پتند تیج کھم ہوتا جا رہا تھا۔

”یتھے ہٹو۔“ فریدی نے اسے آہستہ سے دھکا دیا۔ مارچ بھجا دی اور اس کا باز دیکھنے ہوئے تیری سے یتھے ہٹ آیا۔

اب ہال اتنا گھر اندر جا کر وہ صرف سنسنیوں کی آواز سے ایک دوسرا کا وجد محسوس کر سکتے تھے۔

جیب میں پڑے ہوئے ریوالوں کے دستے پر حمید کی گرفت مفہومہ ہوئی گئی۔

یک بیک فریدی نے مارچ روشن کروی اور روشنی کی تکیر سامنے گھردے ہوئے ایک آدمی پر پڑی جو اس اچانک تبدیلی پر بول گھلا گیا تھا۔

”سر سیاوا“ دفعتہ فریدی نے کہا۔ اپنی جگہ سے جنش بھی نہ کرنا۔

آن سے کسی بات کی وجہ بھی نہیں پوچھ سکتے۔ ذرا ذکریش قسم کے آدی ہیں۔

حید مرغ سر پلا کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی نے پیارا تھا خالوں کے امکانات کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کا خیال درست ہی ہو۔

اس وقت بات وہی ختم ہو گئی۔ حید فریدی کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ لہذا وہ اس کا منتظر رہا۔

رات سردا اور تاریک تھی۔ نوچے ہی عمارت پر قبرستان کا ساستا مامسلط ہو گیا۔ رضوانہ بہت زیادہ غافت تھی۔

وہ اس وقت تک اپنی خواب گاہ میں نہیں جیسی جب تک حمید نے اسے یقین دا دیا کہ ایک کافی شیبل خواب گاہ کے دروازے ہی بے رات بھر موجود ہے گا۔

بارہ بجے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے لیکن حمید صدر دروازے پر پہنچ چکا تھا۔

ٹھیک بارہ بجے اس نے ہلکی سی دستک سنی اور دروازہ کھول دیا۔

آنے والا فریدی ہی تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ دیکھ گیا۔ دکونی نئی خبر! اس نے آہستہ سے پوچھا۔

”اب اس کی آنکھیں اتنی زیادہ سترخ نہیں ہیں۔“ حمید نے جواب دیا۔

”خوب تو تم صرف اسی کے گرد منڈلاتے رہے ہو؟“ ”محض اس لیے کہ اس کی ماں کا پتا مجھے نہیں معلوم تھا۔“

”بہت جھلائے ہوئے معلوم ہوتے ہوئے۔“

”آخر آپ نے ایک ستار بھی ہمیا کر دیا ہوا تو اپنی کھوپری تو نہ سمجھنی پڑتی۔“

”چون ختم بھی کرو۔ بہت کام کرنے ہے۔“ ہو سکتا ہے ساری رات گزر جائے۔“

”ترے خالوں کی تلاش۔“

”اوہ۔“ فریدی آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”ٹھہریے! میرے پاس ایک بھر جائے۔“

آپ کے لیے اہمیت رکھتی ہو۔“

”تو بتاؤ نا۔“

اس نے اسے اس حوض کے متعلق بتایا جس سے جنگلی بیلی برآمد ہوئی تھی۔ فریدی بخوبی دیر تک کچھ سوچتا رہا بھر بولا۔ ہمیں دیں۔ سے ابتدہ اکتفی چاہئے۔“

دیکھ کر اس کی بھوی آن جھیں۔

”اب مجھے یاد آیا۔ وہ کوئی جنگلی بیلی ہو گی یا اور کوئی جیزز؟“

”قالین کے نیچے۔“ حید نے حیرت کے آنکھیں چھاڑ دیں۔

”چیزی! ایکھتے ہیں۔“ رضوانہ آگے بڑھتی ہوئی یوں۔

حید اسے شہچے کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔

وہ ہال کے دروازے پر ڈرک گئے۔ حید آنکھیں چھاڑ چاہا۔

کر فرش کا جائزہ لے رہا تھا بھر دہ بڑے غصیل اداز میں کاشیل

کی طرف مڑا۔ یوں کاشا کے شاید اب وہ فریدی کے حکم کے مطابق اس کا

دل بہلانے میں کامیاب ہو جائے۔

بھر دہ پچھہ کہنے، ہی والا تھا کہ یک بیک ایک کافی شیبل کی

میں داخل ہوا۔

”کیا بات ہے؟“ حید اس کی طرف مڑا۔

”جناب... ہال میں!“ وہ خاموش ہو گرا پہنچنے لگا۔

رضوانہ کھڑی ہو گئی تھی۔

”ہال میں کیا! جملہ پر اکرو۔“ حید نے جھلک کر کہا۔

”ہال کا قالین فرش سے اٹھتا ہے اور بھر برا پہ ہو جاتا ہے۔“

حید کی نظر تیزی سے رضوانہ کے چہرے پر گئی لیکن

وہاں حیرت کے آثار کے علاوہ اور پچھہ نظر آیا۔

”کہیں تم یعنک تو نہیں کیا گئے؟“ اس نے کافی شیبل سے کہا۔

”جج... جی...“ یقین سمجھے جناب وہ نظر کا دھوکا نہیں ہو سکتا۔

حید نے استھانی نظر دیں۔ رضوانہ کی طرف دیکھا۔

”جھیل حیرت ہے۔“ وہ آہستہ سے بڑھ رہا بھر جلدی سے بولی۔ تو قبول کر دیجئے نا۔“

حید نے بھاہو پاٹ پر دیکھ رہا تھا۔

دروازے کی طرف بڑھا۔

رضوانہ کے قدم رکھ رہا ہے۔

کافی شیبل اور حید آگے چل رہے تھے۔ رضوانہ کا فاصد

ان سے کہاں کم سات یا آٹھ بھر فردرہ ہو گا۔ یک بیک وہ اس

نظر آئی۔

”مہیر یہے۔“ اس نے ملکا ٹھاکر کر کہا اور خود بھی رک

جئی۔ حید رک کر مڑا اور رضوانہ کے ہونٹوں پر مسکراہے۔

اس آدمی کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ روشنی اس کے چہرے پر پڑتی تھی لیکن نوکس براہ راست آنکھوں پر نہیں آتا۔ اس پر آنکھیں جذباتی تحریر کا سافی پڑھایا سکتا تھا۔

”تم آخر ہو گون یہ کیوں میرے قیچے پنگے ہو؟“ سرخجاد نے خوف زدہ سی آواز سی کہا۔
”خود کو ذیر حرast تصور کرو“ فریدی سپاٹ آواز میں بولا۔

”اوہ“ سرخجاد نے طویل سانس لی اور حمید نے اس کے چہرے پر اطمینان کی لہری موس کیں۔ وہ چند لمحے بلکہ جپکاتا رہا پھر بولا۔ ”میری پوری بات سے بغیر کوئی اقدام نہ کیجیے گا دررن تھیں ہوں کرنا!“ اس نے ایک خطرناک آدمی کو چھانٹ کر لیے بڑی غصت کی ہے اور ملٹری... میرے خدا، کہیں میں اسی کے جال میں نہ پھنس گیا ہو۔ تمہارے پاس کیا بخوبت ہے کتم پولیس...“

”اس کی پرواہت کو سرخجاد فرید نے کھا دی تم مجھے بچان سکو گے؟“
”آپ کوں ہیں؟“ سرخجاد بھرتائی ہوئی آواز میں بولا۔
”بڑا کوم میرا نام اتنی بلند آواز میں نہ لجھنے درن ساری محنت پر پرانی بھر جائے گا۔“

”تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟“
”اختصار سے کام نہیں چلا کا۔ خدا اپنی نیکی آپکوں میں کیاں آپ کو بھاگتا ہوں؟“

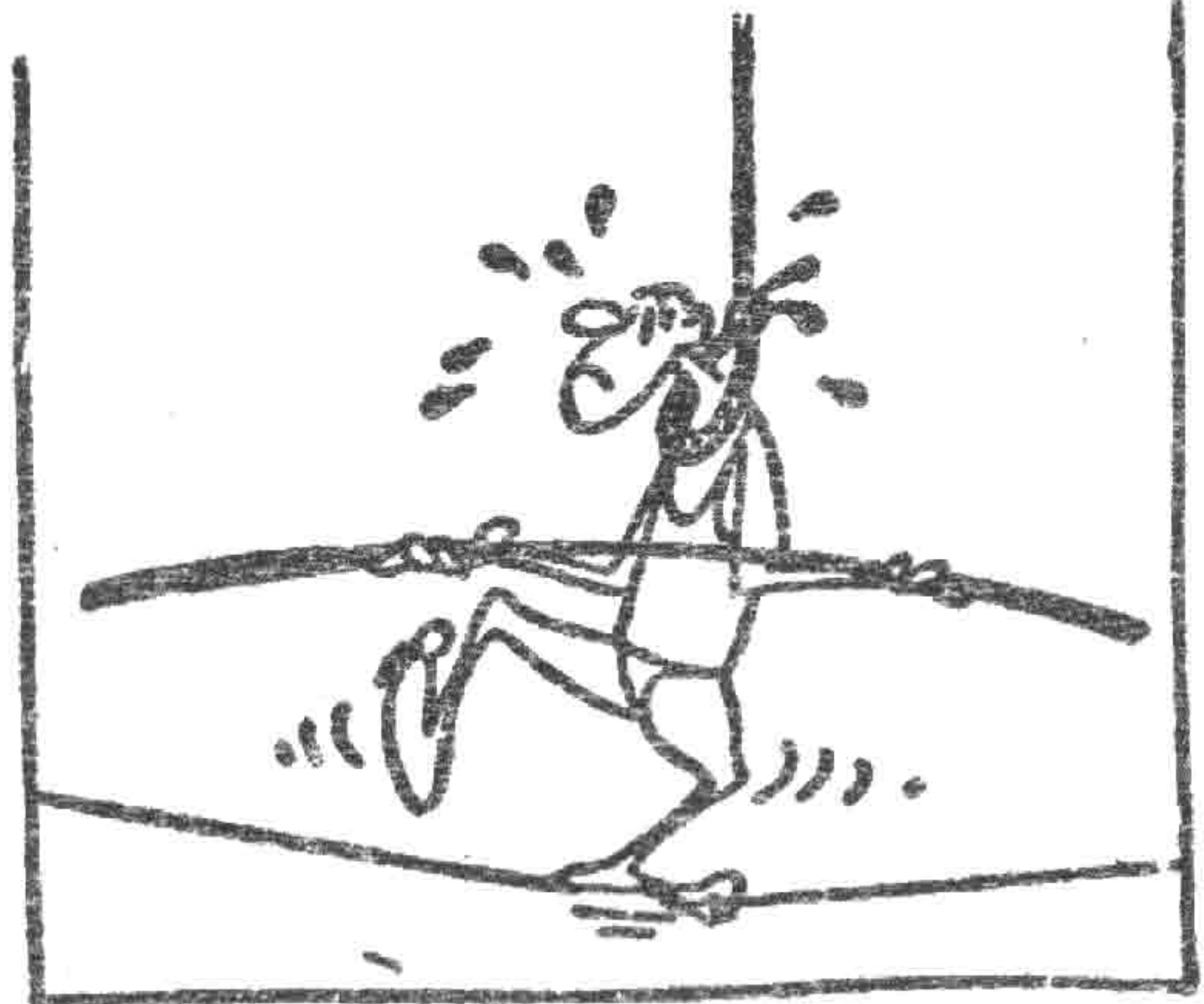
”بچھے سال ستوں کی نمائش میں کسی سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا؟“ فریدی نے کہا۔

”اوہ... ہو... بتت... کی... کرنا! فریدی!“ سرخجاد کی اوڑ کاپ دیتی تھی اور حمید نے اس کے چہرے پر مسترد کے اشارہ دیکھے۔

”تمہارا اخیال غلط نہیں ہے۔“
”خدا کی قسم اس وقت تھا نہیں کیا اندزادہ لگایا تھا؟“
”ہی کسی نے خواہ غواہ پولیس کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی؟“

”مگر یہ صرف آپ ہی سوچ سکتے ہیں۔“ سرخجاد مکث کر سکتے ہیں؟“

”تھا نہیں سے بھتر اور کوئی جگہ نہ ہو سکے گی لیکن پہلے ہیں اطمینان کر لینا چاہیے کہ کوئی ہماری ٹوہ میں تو نہیں تھا۔“



عامت کے کھنڈ رخربیدے سے تھے۔ مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اسی پر دوسری عامت تیغ کراؤں یعنی دوران تعمیر مجھے معلوم ہوا کہ فرش کے نیچے تھے خانے ہیں اس لیے ہیں نے سارے فرش جوں کے توں رہنے دیے۔ تھاںوں کی صفائی کرائی اور انہیں استعمال کے قابل بنایا۔ بڑے شاندار تھانے ہیں کریں گے جوں میں ایک نہ لشندہ مکروں کا لطف آ جاتا ہے بلکہ ان مکروں کی حصوں تھنڈک تو بعض اوقات تکلیف دہ بھی ہو جاتی ہے بلکہ ان تھاںوں کی خوشگوار تھنڈک ...“

”سرخجاد مجھے علم ہے کہ تھانے گرمیوں میں آرام دہ ہوتے ہیں“ فریدی تے ظریب ہے میں کہا اور سرخجاد اس طرح چونکہ پڑا جیسے اپنے بہک جاتے کا احساس ہو گیا ہو۔ اس کے بخنوں پر ایک نہ اسٹری مسکلہ تھا فرقائی اور اس نے کہا۔

”اوہ میں بہک گیا نھا شاید۔ دراصل اس واقعہ میں تھہ فانوں کی کسی نامعلوم اہمیت کے علاوہ آپ کو اور کچھ سہ طے گا۔ اس لیے شاید آپ میری گفتگو کو سے ربط نہ قرار دے سکیں گے جاں تو پچھلے چھ ماہ سے مجھے کسی نامعلوم آدمی کے خطوط موصول ہوتے رہے جس کے میں عمارت فرودخت کر دوں! کس کے ماتحت فرودخت کر دوں، یہ آج تک نہ معلوم ہو سکا۔ ایک آدھ بار اس نے فون پر بھی گفتگو کی ہے لیکن میں نے سختی سے منع کر دیا کہ آئندہ وہ اس قسم کی گفتگو نہ کرے کیونکہ میں سمات کو فرودخت کر دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس کے بعد مجھے دھمکیاں ملنے لگیں۔ ایک ماہ گزرنا، اس نے مجھے بیک میں کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ آپ جانے ہو رادی کی زندگی کوئی نہ کوئی ایسا واقع ضرور وابستہ ہوتا ہے جس کا مظہر عام پر آنادہ کسی صورت سے بھی پسند نہیں کرتا۔ بہر حال میں نے اس کی بھی پرواہیں کی بھروس نے قتل کر دیں کی دھمکی دی۔ یہ ابھی پچھلے ہی ہفتے کی بات ہے بھر اچانک پھپڑات وہ واقعہ پیش آیا۔ تکہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا مقصد تھا۔

کیا اس آدمی کی ام بھی کسی قسم کی دھمکی ہی تھی لیکن اس طرح تو یہ سے ہوشیار ہو چکنے کے امکانات تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کے پھٹے جانے کے بعد میں سوتھ سکا ہوں گا۔ میں جاگ سی رہا تھا کوئی نہیں نہ خواب کاہ کے دروازے پر دستک دی۔ میں نہ جھا شاید رفواہ ہے اور درد ہی ہے دروازہ شاید میں اس طرح سب سے رہنے کے بعد بولا تھا۔ دس سال گزرے میں نے اس

فریدی اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔
”کیا آپ تھے خلنے میں جیسے ہے سرخجاد نے پوچھا۔
”میں اس وقت تھا نے کی فکر ہیں اسیا تھا۔“ فریدی مکارا۔
”آپ کیا جائیں؟“ سرخجاد کے لہجے میں حیرت تھی۔
”اس فرش پر جلتے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ بے کیا تھا سرخجاد۔“

”آپ نے اس نشان سے کیا اندازہ لگایا تھا؟“
”ہی کسی نے خواہ غواہ پولیس کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی؟“
”مگر یہ صرف آپ ہی سوچ سکتے ہیں۔“ سرخجاد مکث کر سکتے ہیں؟“

ایک آدمی پھر پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ختم تھا۔ لب
التفاق ہی تھا کہ میں نبی گیا۔ خبر اس کے ہاتھ سے چھوٹا گیا
تھا اور میری بھی کو شش سنت کے وہ دوبارہ اس کی گرفت ہیں
نہ ہے۔ دو شاید نہ دس بھی ہو گیا تھا۔ پھر دریب میں نہ اسے
پوری طرح زیر گریا اور اپنے ملزیں کو تو پہنچے ہی سے اکاری
رویتارہما تھا لیکن کسی کم بنت سے یہ نہ ہو سکا کہ تم سے
باہر آئے۔

مگر انہیں قوم نے تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنے کمر دل
سے نہ لکیں۔ فریدی نے لوکا۔

”مار! بتکنے کہا تھا ایکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے
کہ میں اس طرح ذبح کر دالا جاؤں اور کسی کے کان یہ جوں
نہ رینگے۔ پھر آدمی کی آمد پر دراصل میں الجمن میں پڑ گیا تھا۔
اور اسی الجمن کے دران میں نے انہیں ان کے گروں میں
عِ دیاختا بحقیقت تو یہ ہے کہ اس آدمی کی آمد سے پہلے
بچے یقین نہیں تھا کہ نامعلوم آدمی کی طرف سے ملنے والی
وہ گھوکیں میں اصلیت بھی ہوگی۔ آپ خود سوچیے وہ اپنی
غصیت قاہر نہیں کرنا چاہتا پھر بچے سے عمارت خریدے
گا کون... کوئی نہ کامی تو سامنے آئے گا، ہی پھر ازادی
کا سوال کہاں پیدا ہاتلبی؟“

”تو آپ کو موقع نہیں تھی کہ معاملات اس حد تک بڑھ
جائیں گے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں اور نہیں کم از کم رضوانہ کو تو یہاں ہرگز
نہ کھتا۔ میرے خداوہ کتنی پریشان ہو گی! اہم ہے کیا
آپ نے اسے شہر بھجوادیا؟“

”نہیں وہ نہیں ہیں۔“ فریدی بولا اور حمید نے محسوس
کیا جیسے یہ بیک اس کے روئیے میں کسی قسم کی بندی
واقع ہو گئی ہو۔ ابھی تک تو اس کا لہجہ ایسا ہی رہا تھا
جیسے وہ کسی معقول مجرم سے بیان لے رہا ہو لیکن با تعلکو
کے انداز میں شاشتگی کی جملکیاں سی محسوس ہونے لگی
تھیں۔ وہ کہہ دا تھا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔
وہ ہر طرح حفظ ہیں۔ ہاں تو پھر آپ نے اس حلقہ اور کو
کہاں چھوڑا؟“

”وہ تھانے میں ہے کرنل۔ اس کی کہانی سن کریں
میں نے سوچا تھا کہ میں کسی بڑے عظرناک آدمی سے ٹکرایا
ہوں۔ اسی بیٹھے بھی یہ سب کچھ کرنا پڑا اور اب میں آپ

کے مشورے کا منتظر ہوں۔“

”آپ کو کیا اکرنا پڑتا تھا؟“

”وہ کوادیا نہیں کہ دوبارہ اس کی گرفت ہیں
نہ ہے۔ دو شاید نہ دس بھی ہو گیا تھا۔ پھر دریب میں نہ اسے
پوری طرح زیر گریا اور اپنے ملزیں کو تو پہنچے ہی سے اکاری
رویتارہما تھا لیکن کسی کم بنت سے یہ نہ ہو سکا کہ تم سے
باہر آئے۔“

”مگر انہیں قوم نے تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنے کمر دل
سے نہ لکیں۔“ فریدی نے لوکا۔

”مار! بتکنے کہا تھا ایکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے
کہ میں اس طرح ذبح کر دالا جاؤں اور کسی کے کان یہ جوں
نہ رینگے۔ پھر آدمی کی آمد پر دراصل میں الجمن میں پڑ گیا تھا۔
اور اسی الجمن کے دران میں نے انہیں ان کے گروں میں
عِ دیاختا بحقیقت تو یہ ہے کہ اس آدمی کی آمد سے پہلے
بچے یقین نہیں تھا کہ نامعلوم آدمی کی طرف سے ملنے والی
وہ گھوکیں میں اصلیت بھی ہوگی۔ آپ خود سوچیے وہ اپنی
غصیت قاہر نہیں کرنا چاہتا پھر بچے سے عمارت خریدے
گا کون... کوئی نہ کامی تو سامنے آئے گا، ہی پھر ازادی
کا سوال کہاں پیدا ہاتلبی؟“

”تو آپ کو موقع نہیں تھی کہ معاملات اس حد تک بڑھ
جائیں گے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں اور نہیں کم از کم رضوانہ کو تو یہاں ہرگز
نہ کھتا۔ میرے خداوہ کتنی پریشان ہو گی! اہم ہے کیا
آپ نے اسے شہر بھجوادیا؟“

”نہیں وہ نہیں ہیں۔“ فریدی بولا اور حمید نے محسوس
کیا جیسے یہ بیک اس کے روئیے میں کسی قسم کی بندی
واقع ہو گئی ہو۔ ابھی تک تو اس کا لہجہ ایسا ہی رہا تھا
جیسے وہ کسی معقول مجرم سے بیان لے رہا ہو لیکن با تعلکو
کے انداز میں شاشتگی کی جملکیاں سی محسوس ہونے لگی
تھیں۔ وہ کہہ دا تھا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔
وہ ہر طرح حفظ ہیں۔ ہاں تو پھر آپ نے اس حلقہ اور کو
کہاں چھوڑا؟“

”وہ تھانے میں ہے کرنل۔ اس کی کہانی سن کریں
میں نے سوچا تھا کہ میں کسی بڑے عظرناک آدمی سے ٹکرایا
ہوں۔ اسی بیٹھے بھی یہ سب کچھ کرنا پڑا اور اب میں آپ

”میں بھر کرتا ہوں کہ کھل بھر جائے گا۔ میری ساری
محنت بر باد ہو جائے گی۔ اچھا ٹھہریے۔ میں خود ہی اسے
اوپر لاتا ہوں۔“

”اب یہ بھی ناممکن ہے۔“ حمید نے پیشانی پر بل ڈالتے
ہوئے کہا۔ ”اب یہاں سے ہل بھی نہیں سکتے۔“

سر سجاد نے فریدی کی طرف دیکھا۔ حمید کو بھی اس کی
طرف متوجہ ہونا ہی پڑا تھا کیونکہ اس نے سر سجاد سے اس
کی بحث ترے سکون کے ساتھ سن لی تھی۔ اسے اس سے
باز رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی حالانکہ اس نے خود ہی اس
پر رضا مندی ظاہر کی تھی کہ اس کے ساتھ تھانے میں جائے گا۔
”یہ نہیں الجمن پیدا کر دی آپ لوگوں نے۔“ فریدی شوئنگ
لہجے میں بولا پھر بلند آواز میں کہا۔ شیر، چلے یہ جھکڑا بھی ختم کیے
دیتا ہوں۔ آپ دونوں ہیں ٹھہریے میں تھانے تھانے میں
چاؤں گا۔“

”اس کے سچے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“ حمید بولا۔

”پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“ سر سجاد نہیں پڑا۔
”چلے یوں ہی ہی۔“

چند لمحے خاموشی رہی پھر فریدی مارچ سنجائے ہوئے
تھانے کے دروازے میں داخل ہو گیا۔

حمدید کی نظر میں سر سجاد پر تھیں اور ہاتھ جیب میں پڑے
ہوئے رلو اور کے دستے پر تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ جیب ہی
سے فاٹر بھی کر سکتا تھا۔

”آپ بڑے شکی معلوم ہوتے ہیں۔“ سر سجاد نے مسکرا
کر کہا۔

”دنیا کے ہر فلسفے کی ابتدائیں ہی سے ہوتی ہیں۔“ حمید
بھی جواب اسکرا یا۔ اب یہ جو فلسفہ ہو گیا ہے ناہماہی راقوں
کی نیندیں تک ہڑپ کر جائے گا۔

”آپ اسے فلسفہ کہتے ہیں؟“

”میرے لیے ہر وہ چیز جو کھو دا پہاڑ اور نکلا چوہا کے
مدد اسی ہو فلسفے کا درجہ کھنچتی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“ سر سجاد نے استفسا میہ انداز میں
پیکس جھپکائی۔

”ہم سمجھتے کہ کسی کی لاش گھسی بھی ہو گی لیکن آپ
کبوتروں کی کھانی ساری ہے ہیں اس نے میں اسے فلسفہ نہیں
کھوؤں گا۔“

”میں نے سوچا تھا کہ میں کسی بڑے عظرناک آدمی سے ٹکرایا
ہوں۔ اسی بیٹھے بھی یہ سب کچھ کرنا پڑا اور اب میں آپ

”اوہ! سر سجاد مسکرا یا۔ آپ تو فسیوں ہی کی بات
کر رہے ہیں۔“ دھرہ دھر شخصی ہے جو صرف باتیں ہی کر سکتا ہو۔
یک بیک سر سجاد چونکہ کرچاروں طرف دیکھنے لگا۔
شاید میں نے کسی کی آہنگ سنی تھی۔ اس نے آہنگ
سے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ حمید نے کلافی کی گھری پر نظر ڈالتے
ہوئے کہا۔ ”اگر کرنل دو منٹ کے اندر اندر برآمد نہ ہوئے
تو میں بھی گولی مار دوں گا سر سجاد۔“

”آپ کیسی باتیں کہتے تھیں ہیں؟“

”یہ فلسفہ نہیں۔ دھماکے اور خون کی باتیں ہیں سر سجاد۔“
سر سجاد نے اوور کوٹ کا کالر کاںوں تک اٹھایا اور فلٹ
ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر جھکا۔ آیا۔ حمید کی نظر میں اس کے
پا تھوں ہی پر تھیں۔

سر سجاد نے بھے پر واٹی سے شانوں کو جبکش دی اور
بولا۔ ”میرے تھانے سے بہرام کے تھانے نہیں ہیں اور نہ میں
نے لوپیں سے کسی قسم کا ذرا وہی کیا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ
پولیس کو میری اس کا درواٹی کے کسی قسم کی مدد ملے اور...“
وہ، پچھا اور بھی کہتا چاہتا تھا کہ ایک آدمی تھانے کے
دروازے سے لنگڑا تاہم ہوا اور آمد ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھ
پشت پر بند ہے ہوئے تھے۔

اس کے بعد ہی فریدی بھی دروازے میں نظر آیا۔
سر سجاد حمید کی طرف قہر آلوں نظر و نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یک بیک
وہ فریدی سے مناطق ہو گرلے جو لہجہ ایسا ہی را توں
شاید میں نے آپ کو موت کے کفہ میں بھیج دیا ہے۔“

”تھانے بڑے شکی معلوم ہوتے ہیں۔“ سر سجاد نے مسکرا
بات پر دھیان دیے بیٹر بولا۔

”بھی ہاں! اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تھانے ہی میری
پریشانیوں کا باعث ہوں۔“

فریدی قیدی کی طرف مڑا اور بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ
یہ نہیں پہچانتا ہوں۔ تم سورج نگر دیکھی کہیں کے انداز میں
چھ سال کی سزا بھگت کر جھوٹے تھے۔ تقریباً جھٹ ماہ پہلے کی
بات ہے۔“

”جی ہاں! میرا تام نصرت ہے لیکن... اگر کوئی میرے
چیخترے بھی اڑا دے تو میں یہ نہ بتا سکوں گا کی میں کس کے

یہ کام کو رہا ہوں؟

انتہے سخت جان ہو، فریدی مکرایا۔

میں جانتا ہی نہیں جاتا مگر کالکیا۔

تمہیں اعتراض ہے کہ تم نے سر سجاد مر قاتلہ حملہ کیا تھا۔

جب کہ سر سجاد بھی تھیں موجود ہیں۔

یہ تمہارا بیان ہے کہ تم اپنے بائس سے واقع تھیں ہو لیکن اس پر کیسے تین کیا جاسکتا ہے، تھیں کاموں کی اجرت کس سے ملتی ہے؟

ایک سیاہ زنگ کے کتے سے، وہی اس کا ہر کافہ ہے۔

تمہاس کی ملازمت میں کیسے آئے تھے؟ فریدی نے پچھا دھنڈ لئے کچھ سوچتا۔ پاچھر لبلاٹ چھوڑا پہنچے کی بات

ہے۔ میں جملے رہا ہوا تھا، ایک وقت کی روشنی کا بھی سہارا

نہیں تھا۔ شہر میں میرا کوئی شناسابھی نہیں تھا جس سے مدد

مل سکتی۔ میں نے پہلی بار ایک بڑا جرم کیا تھا، لمبی سزا بھی تھی اور تھیہ کر لیا تھا کہ اب جرام سے دور رہا ہوں گا لیکن

یکن... کاش! میں نے اس پر اسرار پر پر فاقہ کو

ترجیح دیا ہوتا۔

کیسا پرس؟ فریدی براہ راست اس کی آنکھوں

میں دیکھ رہا تھا۔

وہ پرس نامعلوم طور پر میری جیب میں پہنچا تھا

میں سڑک کے ایک ایسے فٹ پاٹھ سے گزر رہا تھا بہرہاں

کھوئے سے کھوا چلتا ہے۔ دفعت میں نہ اپنی دلیل تھیں کسی قسم کا وزن غسوس کیا۔ یہ اس شام کی بات ہے جس کی

صیغہ میں رہا ہوا تھا۔ جیب خالی تھی اور میری آئیں جو کسے

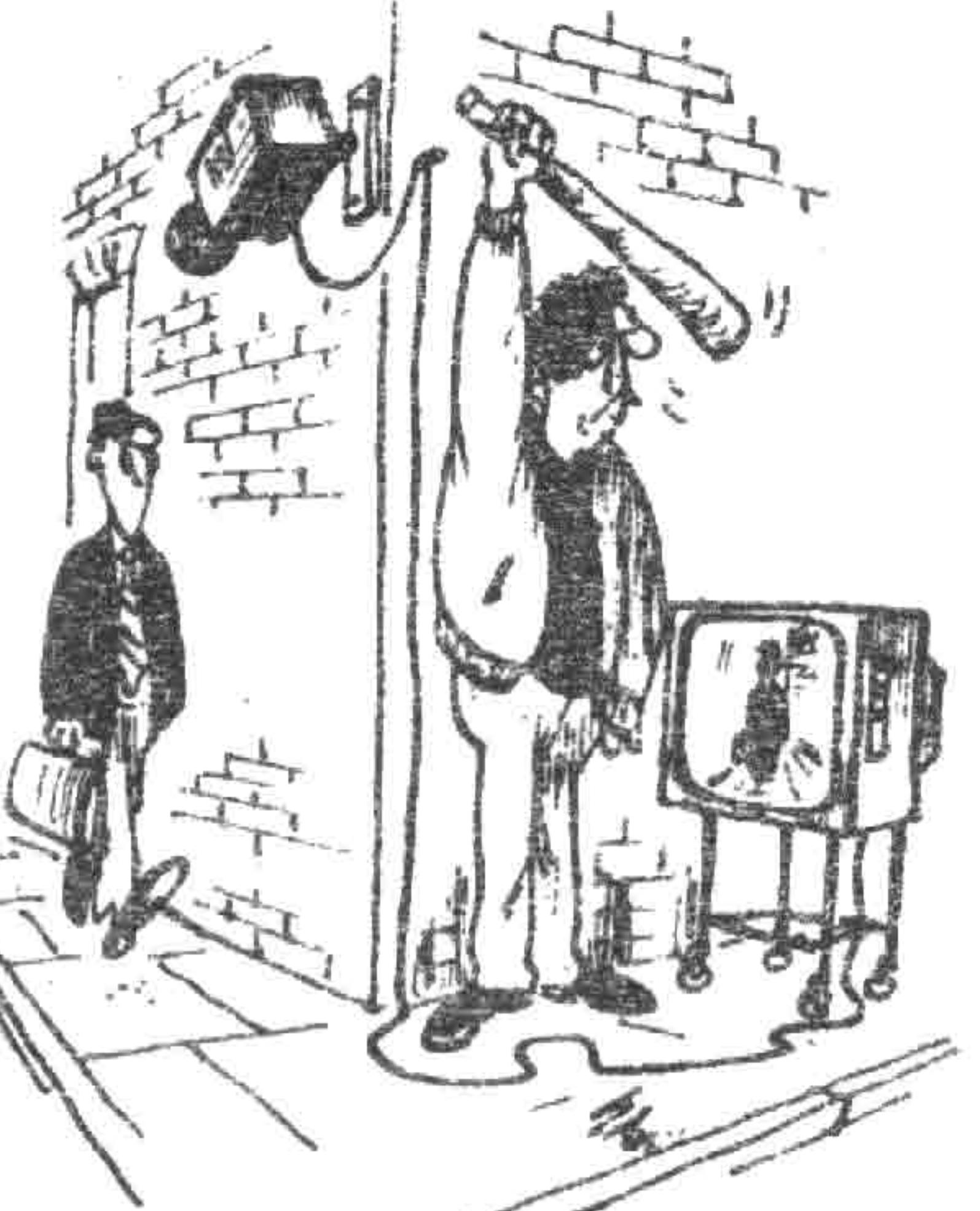
اندھوڑ رہی تھیں۔ بہر حال بے اختیارانہ طور پر میرا ہاتھ پر جیب

میں ملا گیا تھا۔ پلاسٹک کا چکنا پرس میری انگلیوں میں چل

رہا تھا۔ میں چکرائی۔ تھوڑی دیر سک تو کچھ کچھ رہی میں نہیں آیا

تھا اور پھر نجف پر ایسی دشت طاری ہوئی تھی جیسے بخے

جیب تراشی کرتے ہوئے دیکھ لیا گیا ہو۔ میں فٹ پاٹھ کی



فریدی نے کبھی نہ کبھی اس کے کاتعاقب تو ضرورتی کیا ہو گا۔ فریدی نے کہا۔ قہارہ کے بعد ہی فتحے اس نامعلوم آدمی کی طرف سے تینیے کی گئی تھی کو اگر میں نے آنسو والی حرکت کی تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ میں نے سوچا۔ اگر اس کی نوبت آئی تو کسی کو کاٹوں کاں خبر بھی نہ ہو گی اور میں دوسری دنیا میں پہنچ جاؤں گا! ظاہر ہے جو عالمی میں میری جیب میں پرس ڈال سکتا ہو تو کہا۔ ایک سلسلی میں مخفیہ تھا کہ میں نے اپنے اس اندیختے دشمن پر بستا شروع کر دیا تھا۔

اجنبی کی زردستی کی اطاعت آپ کو کم از کم اسی وقت تارہاں کے پولیس اسٹیشن کو دینی چاہئے تھی۔ یہاں فون بھی موجود ہے۔

میں نے کوشش کی تھی لیکن تارہ کے ہوئے پلٹے تھے۔ ہم تو... یہ خیال غلط ہے کہ... خیر خیر... فریدی نے سوچا۔ اس کے حکم سے دوسروں کو پرس میں سورپہے کی کرنی تھی۔ اس کے علاوہ اس میں سے اور کچھ بھی برآمدہ ہو اپر سیسی نے وہیں پھینک دیا!

قلل کرتے رہے ہو۔ فریدی نے سوال کیا۔

میں جناب اعلیٰ نہیں۔ کل پہلی بار مجھے کوئی کام ہوئے اور میں اس دوران میں کام بھی ملا۔ کرتارہاں میں پہنچنے کیا گیا تھا۔ وہ بھی استئم وقت میں کر دیجئے کچھ سوچنے کے لیے ایمانداری سے بتاؤں کا بھر میری نیت ڈانواڑوں ہرگز بھی تھی۔ چھسال شراب نہ ملنے کی وجہ سے مجھے میں جو فڑ ہے میرے پاس پہنچا تھا۔ میں نے پہنچنے سے پیغام نکالا اور میرے پروروں تھے سے زشن نکل گئی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ مجھ کے اتنے بخوبیے وقت میں کوئی ایسا خطرناک کام لے گا۔ صرف دو گھنٹے کا وقت تھا۔ لکھا تھا کہ میرا ہوتا تو شراب پہنچنے کا خیال تھا۔ میرے پروروں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ ہر ہفتے مجھے اسی طرح پر اسرار طور پر سورپہے ملتے رہے۔ اب میں نے ایک چھوٹا سا فلیٹ بھی کرایہ پر حاصل کر لیا تھا۔ چوتھے ہفتے تک شیک ایک بیچے جبل کے قریب والی کوئی تھی میں پہنچ جاؤ۔ کوئی

میں۔ شاید کوئی بھی اپنے کمرے سے نکلنے کی ہمت نہ کرے۔ تم سر سجاد کی خواب لگہ کے دروازے پر رک کر دشکرہ بینا اگر دروازہ نہ کھلتے تو بہتر انی ہوئی نسوانی آوازیں دیکھی کہہ کر پکارتا۔ سر سجاد بھی کام کی اس کی بیٹی نہیں سے اٹھ کر آئی ہے۔ یقیناً دروازہ کھول دے گا۔ جیسے ہی سامنے آئے اس کے سینے میں ختم امار دینا۔ میں اپنی آواز بالسان بدلتا ہوں۔ وہ میرے متعلق یہلک تھا۔ جانتا ہے کہ میں جانتا ہیمیرے باسے میں؟

وہ خاموش ہو گیا۔ حمید نے محسوس کیا کہ سر سجاد کی سانس پھول رہی ہے۔ چہرے کی رنگت میں غالباً ہمیں زردی بھی شامل ہو گئی تھی۔ فریدی اس کی طرف مڑا۔

لیکن آپ نے صرف دشکرہ کی رکھتا ہے۔ اسی میں پیغامات اور کرنی نوٹ ہوتے ہیں۔

”آپ نے بڑی عقل مندی سے کام لیا سر صحابہ“
فریدی بولا۔

”مگر... اب... اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟“ سر جو دنے
بھرتا فی بہری آواز نہیں کہما۔

”میری دلنشت میں تو بھی بہرہ ہے کہ آپ خود کو پرشیدہ
رکھیں۔ اسی طرح کام کرنے میں آسانی ہو گی اور تم۔“ فریدی
قیدی کی طرف دیکھ کر خانوشاں ہو گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔ آپ نے بچھے

الجمن میں ڈال دیا ہے سر سجاد۔ اگر آپ کے ساتھ ہی یہ سمجھا جائے
ہو گیا تو مسترد ستور موجود ہے گا۔ آپ کے نامعلوم دشمن
کو اس کی گم شدگی پر مشکل ہو سکتا ہے کہ آپ محفوظ ہیں لہذا

وہ اس غارت کا راست اپنے کی بھت نہیں کھوے گا۔ آپ نے
غالباً یہ سب تجھے اپنے تو کیا تھا کہ اسے بے نقاب کر سکیں۔

”قطعی! اسی لیے کیا تھا۔ چچپ کر دیکھوں گا کہ وہ کون ہے؟“
”بھراں کا بھی غائب ہو جانا کہاں تک مناسب ہو گا؟“

”دہنی تو سب سے بڑی الجمن تھی اور اسی لیے میں آپ
سے ملننا چاہتا تھا۔“

”تو آپ اسے الجمن میں بنتا کر دیجئے؟“
”بھلا دوہ کیسے؟“

”اس آدمی کو بھوڑ دیا جائے۔ یہ بدستور اپنے اسی
فیلٹ میں قیام کرے۔“

”لیکن ایکسا الجمن اور بھی ہے کہ نہیں میں نے اس
وقت جو کچھ بھی کیا تھا بہت جلدی میں کیا تھا۔ لیں اس

ساری انسکیم کا ایک سایہ میرے ذہن میں آیا تھا اور میں سب
کچھ کر گزرا تھا لیکن اب کئی الجمن سامنہ آگئی میں۔ سوال یہ ہے
کہ اس نے لاش کے متعلق اسے کوئی ہدایت نہیں دی تھی، پھر

لاش کیا خاصیت ہو گئی؟“

”ہی پیچر تو اسے الجمن میں ڈالنے والی ہو گی سر سجاد۔“
فریدی نے کہا۔ یہ آدمی اسے بتانے کا کام نہیں کر سکتا
کہ لاش خواب گاہ ہی میں پھوڑ دی تھی۔“

”ادہ! تو وہ لاش کوئی ڈالنے سے لے گی امگر میں؟“
سر سجاد نے تشویش کی لیے میں کہا پھر یہ بیک ہنس پڑا۔

”بالکل ٹھیک،“ وہ یقیناً کئی الجمن میں پڑ جائے گا۔
”اوچرا بتم جاؤ۔“ فریدی نے قیدی سے کہا اور وہ
ہسکا بکارہ گیا۔

کیا میں زندہ رہ سکوں گا؟“
”تمہاری حفاظت کی جائے گی۔“

”اتھی بڑی سزا نہ دیجئے؟“ وہ گھنکایا وجہل میں سکون
سے سر تو سکون گا۔“

فریدی نے سر سجاد کی طرف دیکھا اور حمید اپنی پیشانی
رکونے لگا۔ اس کی سمجھتی نہیں آرہا تھا کہ آخر فریدی کیا کمر
رہا ہے۔ وہ ایک ذمہ دار آفس سر تھا کہ ایک فلم فائر کی درستہ
سے حفاظت سنو ہوئی تھی کہ اس نے اس حدادی کوہنی
بنانے کی کوشش کی اور مزید حفاظت یہ ہونے والی تھی کہ اس
کہماں کو رومنی پختہ دینے کے لیے ایک جرم کو چھوڑا جوار ہا تھا۔
آخر گھوٹوں ہی کیا یہ ضروری تھا کہ سر سجاد کی بیان کروہ کہماں پر یقین
یہی کر لیا جاتا۔

”چلو یہی ہی۔“ فریدی کچھ دیر بعد سر بلکر بولا۔ ”میں تمہاری
خواہش ضرور اوری کروں گا لیکن تم اپنابیان تبدیل نہیں کرو گے۔“

”کون سا بیان؟“
”یہی کوہنے سر سجاد کو قتل کر دیا تھا لیکن لاش تم نے
وہاں سے ہیں ہٹائی تھی۔“

”پھرچھ... چھانسی۔“ قیدی کا پنپ گیا۔
”میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم بے داش بری ہو جاؤ گے میرا
 وعدہ پتھر کی لکیر کی طرح اُمل ہوتا ہے۔“

”آپ بڑے آدمی ہیں... مم... میں جانتا ہوں...“
جناب مم... مگر...“

”پرواہت کرو۔“ فریدی نے اس کے شانے پر تھپکی
دی اور پھر سر سجاد سے ڈالا۔ آپ کو اس وقت تک کچھے رہتا
پڑے گا جب تک کہ میں آپ کا ظاہر ہو جانا مناسبت نہیں۔“

”مجھے منتظر ہے لیکن میری حفاظت کی ذمے داری بھی
عینیتی اس کی جیب سے تکھے ہوئے کاغذات
نکالے اور فریدی کی طرف بڑھا دیے۔ وہ چند لمحے انہیں
بنور دیکھتا رہا پھر جیب میں رکھتا ہو بولا۔ اس کے ہاتھ
کھول دو۔“

”سس... سس نے تو جناب!“ وہ ہکلایا وہی اتنا بڑا
خطہ مول لینے پر ہرگز تیار نہیں۔ اس آزادی پر حیل کو تینی
دول گھا۔“

”یہو سکتا ہے کہ مجھے سے حفاظت ہی سرزد ہوئی ہو۔“
اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ لیکن سر سجاد سے وہی آدمی ایسا عمارت
خالی کرانا چاہتا ہے جو بنیک آٹ کیناڈا کی ڈکنیتی کا ذمہ دار
ہے کیونکہ جس آدمی کے قتل کی تفتیش میں کہرا ہا تھا۔ اس

”یکوں؟“
”وہ بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس لفظی طور
پر صحیح حالات کا علم یا تو ہو چکا ہو گا یا اب ہو جائے گا تو پھر
ہسکا بکارہ گیا۔“

نے بھی مجھے ایسی ہی کہماں سنا تھی۔ اسے بھی اسی لہر
کسی نے پھانسا تھا اور اسے بھی ایک کالے کتے ہی کے ذریعے
پیغامات ملا کر تھے تھے۔“

۰۰

حمدید کو صرف اس احقیقی کی فکر تھی جس کی زبردستیں
کی رپورٹیں اب بھی مل رہی تھیں۔ وہ اسے احقیقی کہما تھا
کیونکہ اس کا طریقہ کار خود اسی کیلے ہے جو خطناک حق
لیکن وہ اس سے کیا خالدہ اٹھا تھا؟ کسی سکریٹس کی بھی ثانیاں
اور کسی دزفی پرسوں سے صرف دس یا پانچ کافی تھیں۔
اب تو یہ عالم تھا کہ شہر کی اکثر خوش مزاج اور سماں قسم
کی لڑکیاں سر شام ہی اس کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھیں۔
بس وہ ایک اچھا خاصا سیرہ بن کر رہ گیا تھا۔

پہنچ پڑیں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی،
مگر اس سر سجاد دا لے کیس کے بعد سے باقاعدہ طور پر اس کی تلاش
شروع ہو گئی تھی۔

سر سجاد کے قاتل کی گرفتاری اور فریدی کی واپسی کو ایک
ہفتہ گزر چکا تھا۔ اس کی بجز زیادہ تر کرنل فریدی کی واپسی کے
عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ اخبارات کی حاشیہ آراء میں کا
کیا پوچھنا کسی نے کچھ لکھا تھا اور کسی نے کچھ لیکن قیدی کے
متعلق فریدی کی رپورٹ میں، کوئی افراد تغیری نہیں ہوئے
پائی تھی۔ رپورٹ کے مطابق اسے سر سجاد کی کوئی کے قریب
جنگل سے گرفتار کیا گیا تھا۔ مجرم نے اقبال جرم کرتے ہوئے
بتایا تھا کہ لاش اس نے خوب لگا ہی میں چھوڑی تھی اسے
وہاں سے کس نے ہٹایا تھا؛ اس پر وہ روشنی نہ ڈال سکا۔
اس کے بیان کے ساتھ ہی اس نامعلوم آدمی کی کہماں بھی شائع
ہوئی تھی جس نے اسے جیزت نگیر طور پر ملازم رکھا تھا۔

ضوانہ شہر دا پس آگئی تھی۔ اس نے قاتل کا بیان پڑھا
تو ایک بار پھر اس پر پہلی بھی کیفیت طاری ہو گئی۔ ابھی تک
تو وہ شہپر میں بستا رہی تھی اور کیسے جید فریدی کی براہی
کے مطابق ان شہپر کو مزید تقویت ہبھیتا رہتا تھا لیکن قاتل
کے بیان کے بعد سے اسے سنجالنا دشوار ہو گیا تھا اور یہ
دشواری اچ بھی جید کی تقدیر بھی ہوئی تھی میں اس کی دیکھ بھال
کے فرانپن بدستور اسی کے سر تھے۔

مگر وہ اس موقع پر اسے ساتھے کرایا زنگنا تھا کہ شاید
کبھی اس احقیقی نیٹر سے مدد جیزت ہو جائے ضوانہ سے دیکھو جئی

• تالن ملازمین میں سے کوئی بھی پڑھا کھانچیں مگر اخیر
یہ سب مجھے کہا؟"

"مکن ہے سمجھی لاٹبریزی میں موجود ہوں لیکن ان سے
سرخ بلب روشن کرنے کی حادثت یکوں اسرار نہ ہوئی؟ حمید بولا۔
ڈیڈی کی مخصوص نیز کے لیپ کا سوچی آن کرنے سے یہ
سرخ بلب بھی روشن ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کوئی فوکر ہی ہے تو بھی
طرع خرچوں کی۔ باہمی اسے:

اس نے ذکر ہوں کو آوازیں نہیں دیں ورنہ پہلے تو
ایسا ہی معلوم ہو انجام جیسے ان کے نام سے کوپکار ناشرع
کر دیں۔

اندرستانا ہی سنا تھا۔ کہیں بھی کوئی نہ کھانی دیا۔
حالانکہ حمید کو دہاں پائیج یا چھوٹے ملازموں کی موجودگی کا علم تھا۔
وہ دبے پاؤں راہداریوں سے گزرتے رہے آخر وہ ایک جگہ
وک گئی۔ جس دروازے کے سامنے رکی تھی وہ بند بھا۔ حمید
نے آگے بڑھ کر اس پر ٹھوکر لگائی۔ دونوں پاٹ آواز کے ساتھ
کھلے اور سامنے ہی الک آدمی اچھل پڑا۔ وہ ایک میز پر جھکا،
ہوا تھا۔

"اے؟" رضوانہ بھی اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھ ہی اچھل پڑی۔
حمید چپ چاپ اس آدمی کو ٹھوکر تارہ، جواب میز سے
جلک کر کھڑا ہو گیا تھا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ یہ تھے،
وہ یہاں کے ملازموں میں سے توہر گز نہیں تھا۔
"یہ... یہ تو... وہی لیٹرا ہے۔ رضوانہ سن چالا کے کرو
آہستہ سے بڑھا۔ ساتھ ہی اجنبی کے ہزاروں پر مکاریہٹ
سمی پھیل گئی۔ شرات آمیز مکاریہٹ! جیسے وہ اہسیں
چڑھا رہا۔

حمید اس وقت غیر مسلح تھا۔ اس لیے اس نکری میں پر کیا
کوئی نہ کسی طرح اس پر ہاتھ ڈال ہی نہیں یعنی انگروہ غیر مسلح
نہ ہوا تو؛ اس کی جیب خالی نہ ہو گی کیونکہ اس نے ایک عدالت
میں عذر قانونی طور پر داخل ہونے کی ہمت کی تھی۔ بنتے لوگ اس
کی بڑات کم ہی کرتے ہیں۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" دفعتہ رضوانہ نے غصیل ہیے
میں پوچھا۔ میرے نو کو کہاں ہیں؟"

"میں مطالعہ کر رہا ہوں۔ پر سکون لیجئے میں جواب دیا گیا۔
اور وہ باور بھی خانے میں سوار ہے ہوں گے۔ شریف۔ پھر اس
کی طرح باتیں یہ کہیں مطالعہ کے دوران سور وغیرہ رداشتہ

ہی ہے ہم واپس ہو رہے ہیں۔ میری وجہ سے آپ کو یقیناً بڑی تکلیف
ہو رہی ہے۔ دیسے آج کل میرے لیے آپ کا وجود بہت
ضروری ہے۔"

"جس طرح صحت کے لیے موبائل ایل اور گریس فردری ہے۔
خدا را ایسی باتیں نہیں کہیں جنہیں سن کر ہنسی آئے۔ بالکل بھی
نہیں چاہتا ہے نہ کوئی۔"

"شیر... ہاں تو آپ میرا وجد را پسندے ہیں ضروری کہوں کہیں تھیں۔
آپ کو ساتھ دیکھ کر چھوڑ دی جتنا دلے راستہ کا شے
جاتے ہیں مجھے ہو رہوں سے بڑی نفرت ہے۔"

"لیکن مجھے ساتھ دیکھ کر وہ بھی بھروسے گا جس سے آپ کو
بکرداری ہے۔"

"میں نہیں کہیں تھیں؟"
"وہی گھاٹریشیرا۔"
آپ غلط مجھے! مجھے اس سے ہو رہی کیوں ہوئے تھیں۔

"میں تو بس، نہیں کیا کیا؟"
حید چونک پڑا۔ کارڈی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو
رہی تھی۔

"کیوں، کیا بات ہے؟"
"یہ سرخ بلب کیوں روشن ہے؟"
حمد کو پورچی میں ایک سرخ بلب روشن نظر آیا۔ ابی شام
کے پائیچے بیٹھے تھے چاروں طرف دھونپ چھلی ہوئی تھی۔

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"
کوئی لاٹبریزی میں موجود ہے؟ اکوں؟" اس نے پورچی
کے قریب کارڈی روکتے ہوئے کہا۔ آس پاس کوئی ملازم موجود
نہیں تھا۔

"یہ سب کم بخت کہاں مر گئے؟" وہ کارڈ سے اس ترقی
ہوئی بڑھا۔

"ذرا اٹھہر ہے۔" حمید بولا۔ جلا اس سرخ بلب کا کسی
کے لاشبریزی میں موجود ہونے سے کیا تعلق؟"

"ڈیڈی طالوہ کے اوقات میں کسی قسم کی دخل اہمیت پسند
نہیں کرتے تھے۔ یہ سرخ بلب یہاں دراصل اس لیے لگایا گیا
تھا کہ ملازمین بھی باخبر رہ سکیں کوہ اس وقت لاٹبریزی میں

یہیں لہذا ایک کوئی ان سے مذاہا ہے توہہ اُسے یہ کہہ کر مال
دیں کوڈیڈی کھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کسی ملازم کو مطالعہ کا شوق پڑتا ہو،"

آنے لگتی۔ بعض اوقات توہہ جھنجلا اٹھتا اور رسیور کر ڈال
سے نکال کر میز پر ڈال دیتا۔ اسی صورت میں بچہ دیر بعد
وہ گھر، ہی پر آمد حملتی۔

ذیہی نے آج کل دفتر کی حاضری اس کیلئے غیر ضروری
قرار دے رکھی تھی۔

ایسی بورڈر کی کو ساتھ بہر نکلنے سے بہتر تو یہ تھا کہ گھری
بیٹھ کر افون سے دل بہلانا یادیں بستگی کے لیے دوچار بکریاں
پال لیتا۔ کبھی کبھی تو یہ سوچنے لگتا کہ آخر اسے اس حق نہیں
ہی کی تلاش کیوں ہے؛ جنمیں میں جائے۔ خواہ مخواہ ہر معلم میں

میں ٹانگ اڑائے چھڑنے کے کافی لہڑے جتنا کہا جائے اتنا
ہی کرائے۔ رہ گئی اس لڑکی کی نگہداشت، تو یہ جی ملکن ہے

کو اسے دارفیا کا تجھن دے کر کہیں مُلا دیا جائے اور توہہ
سرہانے بیٹھ کر ساڑھے تین کوڈھانی سے ضرب دے کر حاصل

ضرب کو پارچ سے تقیم کر دے اور خارج قسمت کا عادِ اعظم
مشترک معلوم کرنے کی کوشش کرے پھر پائیج جوتے اپنے
سر پر نکلنے اور گناہ شروع کر دے۔

سب کہاں کچھ لالہ دل میں نہیاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورت ہوں گی جو نہیاں ہو گئیں
وہ سوچتا رہا اور دل ہی دل میں کھولتا رہا پھر جب
یہ الحجن برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے جھلا کر پوچھا۔

آخر اس طرح بھکتے چھرنے کا گیا مقصد ہے۔
مشاید کہیں وہ مل جائے۔ رضوانہ نے آہستہ سے
جواب دیا۔

"کون؟"
وہی لیٹر اس نے اس رات ہمارے ساتھ کھانا کھلاتا۔

"اوہ!" حمید نے نہیں نکالیں۔ نہیں اس لک تلاش
کیوں ہے؟"
تجھے یعنی نہیں آماڈ کیڈی کے حادثے سے یعنی اس

کا کوئی تعلق ہو گا۔"
تو اس اُٹک کی پتھر کے لیے مجھے کیوں پاپی پھر پر ہوئے
"اے تو اس میں خفا ہمنے کی کیا بات ہے؟ کیا وہ

آپ کے لیے دلچسپی سے خالی ہو گا؟"
میری دلچسپی کے لیے آپ ہی کیا کم ہیں محسرہ۔ حمید کے

لبھی میں جھلائی تھی۔
ایک معموم لڑکی سے اس لبھی میں گفتگو نہیں۔ احنا

حق اور دوبارہ نظر آنے پر بآسانی پہچان سکتی تھی۔

آج نجی اس کے ساتھ باہر نکلنے کا مقصد ہی تھا ورنہ
اس روپی ہوئی لڑکی سے حمید کو کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ویسے یہ
اور بات ہے کہ دہا بخود ہی حمید کی تلاش میں رہنے میں تھی تھی

اور حمید کو اس کے کمی ایمیدواروں کی چڑھی ہوئی تیور یاں
برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اس نے اکثر سوچا تھا کہ کہیں نہیں
میں سے کوئی دبی نامعلوم آدمی نہ ہو جس نے سرچاہرے جملہ کیا تھا۔

"جھیان لوگوں سے وہ تھے۔ رضوانہ نے کہا۔ وہ
گرین اسکو اس سے گز بہت تھے اور حمید نے انہیں کا تذکرہ
چھڑا دیا تھا۔

"حالانکہ آپ پہلے بھی ان سے طی رہی ہیں؟ حمید نے کہا۔
"ملنا جاننا تو پڑتا ہے۔ آدمی کیلئے تو نہیں رو سکتا۔
"تو پھر میں آدمی ہی نہ ہوں گا۔" حمید نے بُراسا منہ بنا
کر کہا۔

"کیوں؟ کیوں؟"
"میں تہباہ میں جاہستا ہوں۔"

انتہا تو پھر میری وجہ سے آپ کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔
لطفی نہیں! ابم دنوں تہباہی تو ہیں۔ "حمید کے ہی
میں بڑی مخصوصیت تھی۔ اس کے بعد اس نے موضوع سے
گز نہ کرنے کی کوشش کی۔

"میں نہ سنا ہے کہ میجر سعید نے کچھ کاروباری نجیں
پیدا کر دی ہیں۔"

"خدا کے لیے ان کا تذکرہ نہ چھڑا ہے۔ میرے لیے تو
نجیں ہی انجیں ہیں جنہیں میں اپنے قانونی مشیروں ہیں تک
محدو درکھنا چاہتی ہوں۔"

حمدید نے خاصو شیخ افتخار کھری اور کارا شہر کی مختلف مشرکوں
پر دوڑتی رہی۔ رضوانہ خود ہی ڈرائیور کر رہی تھی۔

حمدید نے ہر جانے کی حد تک بورہ کر سوچا کتنی انوکھی دلچسپی
کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھی رہا کی، خدا کی پناہ از تو اسے
تفہیمی گفتگو را اس آتی تھی اور نہ ان مسائل سے دلچسپی تھی جو

اس وقت درپیش تھے۔ بس وہ خاموش رہتی تھی اور شاید ہی
چاہتی تھی کہ حمید بھی اپنے ہونٹ بند ہی رکھا کرے۔

چھڑا خروہ اس کا بھچا ہی کیوں نہیں چھوڑ دیتی۔ عالم یہ
تھا کہ جہاں حمید کو اس تک پہنچنے میں دری رہوئی کاں پر کال

زیدی کو یقین تھا اسے ہر نے بھی اُسے دیکھ رہی تھیا
ہو گا۔ سایا عمارت کی طرف پڑھتا ہے۔ اب اس کا انداز ٹھیٹے کا
ساتھا۔ زیدی بچھا اور آگے پڑھا ہے۔
یک بیک وہ اچھل پڑا کیونکہ اسی نے اپنی بیٹت پر ملکی
سی غرامیت سنی تھی۔

بچھر کوئی سیاہ سی چیز اچھل کر اس پر آہری بیماں کے
قد آر کتا تھا۔ زیدی نے اس کے لگکے پنج بچھر میں تھے تھے تھے تھے تھے تھے
ہر لخڑا خدا شہزادا ب زمین ہی ویکھنی پڑے گی۔ وہ خود کو
اس کے دانتوں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔
کچھ دُور اس نے کسی دوسرے کے کی آواز بھی سنی
تھی میکن اُسے اتنا بھوش کہاں تھا کہ طاہر کے متعلق بھی کچھ
سوچ سکتا۔ یہ بھی مکن ہے کہ وہ مخفی و اہم رہا ہو۔
اس جادو جہد کے دروان وہ تووازن برقرار رہ کھوسکا
کئے کے پنجاب بھی اس کی گرفت ہی میں تھا اس یے
گرتے گرتے پوری قوت سے اسے دوسری طرف اچھال دینے
میں کامیاب ہو گیا بچھرا اگر اس سے ذرا سی بھی غفلت ہوئی تو یہی
تواس کی کردن یعنی طور پر کئے کے جبڑوں ہی میں نظر آتی۔
وہ نہ صرف بھڑتی سے اتحاد تھا بلکہ ہولسٹر سے روایا اور کھنچ لینے
میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔

یک بیک باع کے کسی گوشتے سے سٹی کی آواز آئی اور
اسی وقت زیدی نے فائز بھی کیا میکن کتاب شاید سٹی ہی کی آواز
پر پٹ گیا تھا اس یے وار خالی گیا بچھروہ دوسرافائنر نہ کر
سکا کیونکہ کتاب قریبی جھاریوں میں گھس کر نظر دوں سے غائب
ہو چکا تھا۔

چند لمحے وہ اندھیرے میں آنکھیں چھاڑتا رہا بچھر جو پنک
کر اس جانب پڑھا جہاں طاہر کے ملنے کی توقع تھی۔
وہ سایا تو کبھی کاغذ بھوچکا تھا جس کے ساتھ ہی
کتابی نازل ہوا تھا!

ستارے میں وہ اپنے ہی قدموں کی آوازیں ستارہ رہا۔
”طاہر“ اس نے کچھ دوڑھل کر آہستہ سے اوڑ دی
لیکن جواب نہ ملا۔ اب وہ مارچ روشن کرنے پر جبور ہو گیا،
لیکن یہ محدود دردشی والی مارچ تھی۔ اس نے ان تمام جگہوں
کو دیکھ دالا جہاں وہ بچھی رائوں میں چھپے رہے تھے لیکن طاہر
کا سفرانع نہ طاہر وہ ان جھاریوں کی طرف پلٹا جہاں اپنی موڑ
سائیکل جھوڑی تھی۔

دونوں دروازے پیٹے جانے گے لیکن کہیں سے بھی جواب
نہ ملا۔ ابھی کوئی نہیں پہلے ہی اطلاع دے چکا تھا کہ سامے تو کہ
باور جی خانے میں سور ہے ہوں گے۔

رضوانہ نے بتایا کہ وہ شام کی چلتے باور جی خانے پر
میں پیٹتے تھے۔
ڈتو پھر کتاب دروازہ توڑنا پڑے گا، حمید نے نہ تھے
کو دلبند کی پوچش کرتے ہوئے پوچھا۔ اس قسم کی ہر زیست
اے پہلی بار اٹھانی پڑی تھی۔ پتا نہیں ہے گوشت پوست کا
آدمی تھا یا بر قی نظام سے متحرک ہونے والی کوئی نہیں۔
رضوانہ کچھ نہ یوں۔ وہ خاموشی سے ایک جانب گھوڑے
حاجہری تھی۔



رات تاریک تھی اور جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا مطلع
غبار آلو دہونے کی وجہ سے ستارے بھی بے جان سے نظر
آئے ہے تھے۔
سر سجاد کی تاریخ اولی کوئی آندھیرے میں نہیں کھڑتی تھی۔
شاید اب وہاں کوئی ملازم بھی نہیں تھا دوسرہ کسی نہ کسی حصے میں
روشنی تو پھر وہی نظر آتی۔

سردی شباب پر تھی۔ اندھیرا ہی پھیلے ہی سارجنت طاہر
اور سارجنت زیدی عمارت سے ملچھ باع کے دو مختلف گوشوں
میں جا چھپے تھے۔ آج ہی ایسا نہیں ہوا تھا ہر برات کوئی کی
نیکانی کی جانی تھی۔ اس کا سلسلہ تو اسی رات سے شروع
ہو گیا تھا جب غیر متوقع طور پر سر سجادا بھی کوئی کوئی کے تھا
سے زندہ براہمہ رہا تھا۔

طاہر اور زیدی اس اسماڑ قسم کے آفیسروں میں سے
تلے کا وقت صبح ۸ سے ۹ بجے تک شام چھپے بچھے کے بعد
فریدی نے تھیک ڈریڑھ بجھے کسی کو کمپاونڈ میں داخل
ہوتے دیکھا۔ وہ ایک تھیک سایا تھا جو کبھی کبھی ساکن
بھی نظر آتے نہ گتا۔

زیدی تیزی سے آگے پڑھا۔ وہ جھک کر جل رہا تھا۔
مقصد ایسی پوزیشن میں آ جانا تھا کہ وہ اس پر براہم نظر کھکھکے
فریدی سے ملی ہوئی پڑھنے کے طالب اپنیں صرف یہ
دیکھنا تھا کہ کوئی چھپ کر عمارت میں داخل ہونے کی کوشش
تو نہیں کرتا یعنی انہیں صرف اس کی نقل و حرکت ہی پر نظر
رکھتی تھی۔

درہی کا واقعہ

محمد اعظم نے ۷۔۷ خریدا جس کی گاڑی تھی ایک
سال کی تھی۔ جب بھی ۷۔۷ بیگلا محمد اعظم نے کپنی کوفن
لیا، ملکنک آیا اور درست کر گیا۔

ایک سال بعد خراب ہوا تو اپنے ملکے میں
رے رجوع کرنا پڑا۔ ملکنک نے نہیں روپے فیس جمع
کرائی، شام کو آیا ۷۔۷ دیکھا، ایڈن گھما یا اور چلا گیا۔
۷۔۷ کام کرنے لگا۔ ہر چھینہ میں ایک دوار ایسا ہوتا
رہا۔ ایک بڑے ملکی دیکھی دوس روپے میں خریدی۔ ٹھہراؤ
نامی کا بند کمی دیکھی دوس روپے میں خریدی۔ ٹھہراؤ

علوم ہوا کہ ۷۵٪ ۷۔۷ کی خرابی ہر فٹ انٹینکل خلیٰ
میں ہوتی ہے۔ آٹھ من کتاب والا کام جھایہ ہوا کل ۷۔۷
کامیڈ کا بھی اشتہار ہیجا، محمد اعظم نے نکر ۷۔۷ گاٹہ

بھی تھیں روپے میں خریدی لیا اور اسے پوری وجہ سے
کمی کی بار پڑھا۔ بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ تو محمد اعظم
نے بہت کر کے مرمت کا سامان جو ۷۔۷ کو جک کرنے

میں مدد دیتا ہے ستر روپے میں خریدیا۔ اپنے ۷۔۷
بدر، ہی پہلا کام کیا اور کامیاب رہا۔ بہت بڑھی۔ پر دس
کے لوگوں کے ۷۔۷ بھی درست کئے اور تین ہیں
خود پر بھروسہ کرنے لگا۔ ایک دن دیکھا۔ محمد اعظم کے
گھر بر کوشش کر رہا تھا کہ اسے غصہ نہ کرنے پلے ورنہ

کھڑو بیلکل نہ کرے۔

یہ آدمی تو شاید اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح اسے جذباتی طور پر
عین متوازن کر کے نکل جائیں کامیاب ہو جائے۔ اس کے
لیے کمی شو خی حققتاً اسے غصہ والا ہی تھی۔

”آج تم تھی کرنسی جا سکتے۔“ حمید نہ رہنے کے ساتھ لولا۔

”یہ شاید تیر نظر کے بل جوستے پر کہہ دے ہے ہو یہ ابھی نے

چھر قبھر لگایا۔ اس پر حمید نے جھلکتے میں اس پر جلانگ

لگائی لیکن بڑی صفائی سے نیزے سے جائکرایا۔ جتنی دیر میں

مرستا اپنی رہداری میں نظر آیا۔ اس نے بڑی سے دردی سے

رضوانہ کو سچی دھنکادا تھا اور وہ ایک طرف لڑک گئی تھی۔

بچر دنوں کے سینھنے سے پہلے ہی دروازے کی طرف چھٹا۔ تیزی

بول کر دیا گی۔ حمید دوسرے دروازے کی طرف چھٹا۔ تیزی

سے پہنچنے کھا کر اسے کھولنا چاہا ملکن دھنکادے پہنچنے تھا۔

کرنے کا عذری نہیں ہوں۔“

”تمہارا دماغ صحیح ہے یا نہیں۔ کیا یہ تمہارے بلکہ ملکن ہے؟“

”تمہارے ہی باب کا ہی، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“

”تم دیکھی کے قاتل ہو قاتل۔“ وہ انھیں نکال کر رہا۔

”کس فریڈی کی بات کر رہی ہو۔ وہ شاید میں پہنچ گئی ہیں۔“

”سر سجاد کے قاتل کی سازش میں بھی شریک رہنے ہو۔“

”اس پر پلٹر سے نے بڑی فرا خدمی سے ایک طولی قبھر لگایا۔“

اور پھر لولا سر سجاد ادا، اب یہاں آیا۔ ہاں شاید ایک بھت پہنچے

تھا مگر سر سجاد کا قاتل تو جیل میں ہے۔“

”اوہ اسے تم نے ہی اسکا یاتھا۔“

”اس کی خود مسٹر عقل مدد ہے وہ تھیک آئیز لیجے“

”میں بولا تھا کیا میں اسے کھانے کی میز پر قتل کر کے فرار نہیں ہو۔“

سکتا تھا۔ یہ بھی بعض الفاقہ ہی ہے کہ وہ اسی رات کو قتل کر

دیا گیا، لیکن لا اسش کہاں بھی مسٹر عقل مدد ہے؟“

”بکواس مدت کر وہ تم زیر حوصلہ ہوا۔“

”یر پڑی دچپ اطلاع ہے مگر میں شاعر نہیں ہوں۔“

مسٹر عقل مدد کر نہیں مجھے اسی کر سکیں، دیے میں جانتا ہوں

کہ تمہاری بھی خوبی ہے اور میری بھی خوبی ہے اسی رات کو قتل کر

کامنگا سا کھلوٹا ہو جو تو جو دے ہے۔“

”یہ آدمی تو شاید اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح اسے جذباتی طور پر

عین متوازن کر کے نکل جائیں کامیاب ہو جائے۔“

”یہ کمی شو خی حققتاً اسے غصہ والا ہی تھی۔“

”آج تم تھی کرنسی جا سکتے۔“ حمید نہ رہنے کے ساتھ لولا۔

”یہ شاید تیر نظر کے بل جوستے پر کہہ دے ہے ہو یہ ابھی نے

چھر قبھر لگایا۔ اس پر حمید نے جھلکتے میں اس پر جلانگ

لگائی لیکن بڑی صفائی سے نیزے سے جائکرایا۔ جتنی دیر میں

مرستا اپنی رہداری میں نظر آیا۔ اس نے بڑی سے دردی سے

رضوانہ کو سچی دھنکادا تھا اور وہ ایک طرف لڑک گئی تھی۔

بچر دنوں کے سینھنے سے پہلے ہی دروازے کی طرف چھٹا۔

بول کر دیا گی۔ حمید دوسرے دروازے کی طرف چھٹا۔ تیزی

سے پہنچنے کھا کر اسے کھولنا چاہا ملکن دھنکادے پہنچنے تھا۔

"زیدی! "کسی نے اُسے آوازی اور وہ اچل پڑا اداز
ٹاہر رہی کی تھی لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آواز غصیٰ تھی
سائنس کے ساتھ ایک پل کے لیے آزاد ہوئی تھی۔
خاطر کے احساس ہوتے ہی اس نے ہواں میں فائزگی
اور شور چاہا ہوا اداز کی طرف دوڑا۔

"ہاں! میں آرہا ہوں، جلنے نہ پائے؟"
"اممٰٹی! "اس بارہ اداز پر سکون تھی۔ زیدی ایک
جھٹکے ساتھ رُک گیا۔ آنے والا قریب پہنچ گر بولا۔ یہ کیا
کرتے پھر ہے ہو؟"

"ادہ جناب! وہ نکل گیا۔ زیدی ہماقتا ہوا بولا۔ ٹاہر
خطرے میں ہے"

"اممٰٹی نہ بخو، خطرے میں تم تھے۔ اس نے اسے پکڑتی
لیا ہوا تاکین وہ اپنی آستین چھوڑ کر جاگ گیا اور میں نے غلطی
سے اسی بے چارے کی گردان پڑھلی تھی:

"کیا اس پر کتنے ہلکے نہیں کیا تھا جناب؟"
"نہیں۔ "کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"آپ کو کیوں پڑھی تھے؟
"سر سجادہ تو نہیں گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کا
دھیان بلاش رکھو!

"ارے وہ میرا ہی دھیان اس طرح بنائیں کوہ دے
گی کہ میں درودوار سے مکرانا پھر ہوں گا"

یک بیک فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے اسے غاموش
رسنہ کا اشارہ کرتے ہوئے رسیور اٹھایا۔
"ہیلو، ہاں... ہاں... ٹھیک ہے... گذ... ٹھکر

ڈسیور کوہ کروہ تھیڈ کی طرف مڑا۔ چلو شاید آج میں
نہیں ایک لڑک سے بھی ملا سکوں جو بہت جلد تھماری

سمجھیں آ جائے گی۔"

حمد نجف نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد لشکن کمپاؤنڈ سے باہر
نکل رہی تھی۔ فریدی نہیں بنتا یا تھا کہ جانا کہاں ہو گا
حمد نے پوچھا تھی نہیں۔

"چھلی رات خاصاً طیفرہ رہا، کچھ دیر بعد اس نے کہا۔
حمداب بھی کچھ نہ بولا۔ فریدی نے کہا۔ کیوں کیا ہو
گیا تھیں؟"

"سر سجادہ ہو گیا ہے مجھے، حمید غیر ایا۔
اگر تمہاری بی غلامیت زیدی اس پائے تو شاید بھی

سمجھ کر پھر گردن دبائی گئے نہیں۔
کیا مطلب؟" حمید چونک، پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ زیدی کا وہ

ٹاہر سر سجادہ کی تاریخ و اس کا تاریخ ہر جانا
پسند نہیں کرتا۔ یہ بات دھمکی اور ادھی بھی سمجھتا ہو گا کہ سر سجادہ

مرعوب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یکن ہو وہ اس راز کے حوالے سے
پولیس کو متوجہ کرنے کی بحث نہ کر سکے گا۔"

ہوں! انہی سے قتل کرادینے سے اس مسئلے کا حل
نکل سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ عمارت رضوانہ کو
بھی پسند ہو اور چھار حدائقے کی طرف سے اور

زیادہ بیزار ہو گئی ہو گی میرا خیال ہے کہ وہ تو اس بحث
سے داموں پر فروخت کرنے سے بھی گرفت نہیں کرے گی
ایک بات اور بھی ذہن نہیں کرلو۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے

کہ یہ قائم نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس عمارت

کو اس سے خریدنا چاہتا تھا۔"

"کیا بات ہوئی؟"

"سر سجادہ کے پاس بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

"ادہ بھر ہم اسی وقت کرے سے نکل کے تھے،
جب تو گروں کو ہوش آیا تھا۔" حمید نے ٹھنڈی سائنس میں کہا۔

فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مکرانا پھر ہو
نہیں اس کی زیارت نصیب ہو ہی گئی۔ میں تو اچھے ٹھنڈے بھٹکتے

چھپتے ہے کہ لڑکی اسے بہت پہنچے سے جانتی ہے۔
"شبھے کی وجہ،"

"وہ یا تو اس کے کئی امیدوار کے لیے کام کر رہا ہے یا خود
ہی امیدوار ہے سر سجادہ اس کے کوڑا مددوں کی بھیڑ دیکھانے

نہیں کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ خود ہی اس کے لیے شوہر کا
انتخاب کرے گا۔ کیا یہ ملک نہیں ہے کہ رضوانہ نے راست
پھر کرنے کے لیے پہنچنے کی گرفت میں آ بھی گیا تھا لیکن

صحیح سے باہر رہے۔"

"اسی پر مختصر نہیں۔ آج تک کوئی لڑکی تھماری سمجھ میں
نہیں آسکی درست تھی میں ڈیڈی بن گئے ہوئے تھے"

"بہر حال اب آپ سے مجھے ڈیڈی کے طور پر کسی اندر کے گھومنی
میں اٹھا لٹکا دیجیے بخی کوئی اعتراض نہ ہو گا لیکن یہ ڈیڈی میں
بھی سے باہر رہے سمجھوں نہیں اتنا کہ آخر اس کی تھیڈاشت کی نکل

چونکہ ایک بار اُسے کسی نامعلوم آدمی کی طرف سے قتل کرنے
کی دھکی تھی تھی اس لیے اس موقع پر اس کی طرف خیال
مزدور کیا جاتے گا۔

"تو پھر، کس کے جیسے ہیں؟"
اس کے جو کیناٹا بینک کی دیکھتی کا ذمہ دار ہے
میں پہلے بھی تھیں بتا چکا ہوں کو عملہ اور نہ ملازم رکھنے کے
جس طریقہ کا مذکورہ کیا تھا وہی طریقہ وہ آدمی بھی اختیار
کرتا ہے۔
اور وہی آدمی بعض نامعلوم وجہہ کی بناء پر اس

عمارتیں بھی دیکھیے رہا ہے۔
اس کے بارے میں یعنی کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا
سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ سر سجادہ کو قتل کرادینے کی کوئی اور
وہ بھی ہوئے۔

"آہا ٹھہری ہے... وہ تو ہوشیار ہو ہی گیا ہو گا ٹھہر
ہے کہ سر سجادہ زندہ ہے۔ وہ سوچے گا کہ قتل تو اس نے کرایا
مگر لاش کس نے غائب کر دی نہیں جناب وہ اتنا بدھو تو نہیں
ہو سکتا۔ ہم لوگ ذہانت کا آدمی بھی ایسے حالات میں مزدور
سوچے گا کہ کہیں اس کے لیے جاں تو نہیں بھجا یا گیا۔ آپ

خود سوچیں؟

"یعنی اس کے باوجود بھی وہ چھلی رات اس عمارت کے
آس پاس پایا گیا تھا۔
کھل ہے؟" حمید نے پکیں جپکا میں۔ آپ کسی
دوسرے سلوک کے امکانات کی بھی بات کرتے ہیں اور چھر
اس کی طرف سے آنکھیں بھی بند کر لیتے ہیں۔ ابھی آپ نے
کہا تھا کہ ملک ہے قائل وہ نہ رہا ہو جس نے قتل کی دھکی
دی تھی یعنی وہی آدمی جو عمارت خریدنا چاہتا ہو سکتا ہے
چھلی رات وہی رہا ہو۔

"وہ آدمی بھی اس عمارت میں دیکھیے رہی ہے سکتا ہے جس
نے سر سجادہ پر قائمانہ حل کرایا تھا۔ کیا وہ یہ معلوم کرنے کے لیے
بے چین نہ ہوا کہ لاش کس نے غائب کرائی اور کیوں؟"
قدرتی بات ہے۔

"بس تو پھر وہ ممتاز ہو جانے کے باوجود بھی غلطیاں
کرے گا۔ اگر وہ اسے کسی قسم کا جاں لگایا ہے تو بھی یہ ضرور
معلوم کرنے چاہے گا کہ یہ جاں پلیں نے بچایا ہے یا کسی..."
فریدی جلد اور ہوراہی چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ وہ کچھ

"میرا بھی ہی خیال ہے۔

"آپ کی داشت میں وہ کوئی کیوں خالی کرنا پاہتا ہے؟
کیوں خالی کرنا چاہتا ہے؟" فریدی نے جترتے سے

ترہاں پھر بولا۔ امے دہ تو زیادہ تر خالی بھی پڑی رہتی
ہے۔ خالی نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس پر سر سجادہ کو مار کا

تفضیل نہیں کرتا۔

"کویا وہ اسے خریدنا چاہتا ہے تو کہ اس کے لیے
اُسے سامنہ آ نہیں کرے گا سر سجادہ کی شخصیت سے
واثق نہ ہو جائے گا۔

"کیا اس کا جو بیان یا نہیں۔ سر سجادہ کے کچھ لیے راز

بھی اسے معلوم ہیں جن کی بنابر وہ نہیں بلکہ میں بھی کو
سکتا ہے۔ اس نے ہی اندازہ لکایا ہو گا کہ اس کی شخصیت
غایہ ہو جانے کے باوجود بھی سر سجادہ اپنے زبان بند ہی رکھے
گا۔ اس کا یہ اندازہ غلط بھی نہیں تھا۔ جب تک سر سجادہ بقایا
ہے نہیں ہوا اس نے زبان نہیں کھولی۔

"نیکن وہ تو اس کی بلکہ میں نگ کی دھکی سے بھی
مرعوب نہیں ہوا تھا۔

"نہ ہوا ہو گریا اس نے وہ راز ہیں بھی بتا دیا ہے
جس کی بنابر کوئی اسے بلکہ میں نگ کی دھکی دے سکتے

"نہیں۔" اتو اس کا مطلب تو ہی ہوا تاکہ وہ اس کا تاریخ ہر جانا
پسند نہیں کرتا۔ یہ بات دھمکی اور ادھی بھی سمجھتا ہو گا کہ سر سجادہ

مرعوب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یکن ہو وہ اس راز کے حوالے سے
پولیس کو متوجہ کرنے کی بحث نہ کر سکے گا۔"

ہوں! انہی سے قتل کرادینے سے اس مسئلے کا حل
نکل سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ عمارت رضوانہ کو
بھی پسند ہو اور چھار حدائقے کی طرف سے اور

زیادہ بیزار ہو گئی ہو گی میرا خیال ہے کہ وہ تو اس بحث
سے داموں پر فروخت کرنے سے بھی گرفت نہیں کرے گی
ایک بات اور بھی ذہن نہیں کرلو۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے

کہ یہ قائم نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس عمارت

کو اس سے خریدنا چاہتا تھا۔"

"کیا بات ہوئی؟"

"سر سجادہ کے پاس بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سونچ رہا تھا۔ حمید نے عسوں کیا جیسے وہ اب اس مسئلے پر کنٹکو ہی نہیں کرنا چاہتا۔

”آپ نے مجرم سعید کو چیک کیا یا نہیں؟“

”ہاں... آں! اور میں یہ سن کر خوشی ہو گئی کہ وہ کتوں کا

کا بڑا اچھا ٹرینر ہی ہے۔ اس کے پاس بھی اچھی نسل کے کتنے

بھی ہیں لیکن تم اس کے بیہاں سے کوئی ایسا کتاب برآمد نہیں کر

سکو گے جس کا زندگ سایہ ہو۔“

”اوہ! تو آپ ششہ کر رہے ہیں اس پر؟“

”کسی کیس کے دوران میں صرف شبہات ہی حقیقت

کی طرف رہنگا مگر تھے یہی اور سوزن مجرم سعید کا ماضی بھی بلا اغذار

ہے۔ ابھی تک یہ بات پائی شہوت کو نہیں ہمچنے سکی کہ اس

نے کبھی فوج میں ملازمت کی ہو۔“

”اوہ! اس غلط بیانی کے باوجود بھی وہ آزادانہ زندگی میر

کر رہا ہے۔“

”کوئی شے بھی نہیں کر سکتا کہ اس کا تعلق فوج سے نہ

رہا ہو گا۔ یہ تو میری دریافت ہے۔“

”پھر ادھر ادھر جمک مارتے پھرنے کی کیا ضرورت

ہے، اسی پر نظر کھی جائے۔“

”ادھر ادھر جمک مارتے بغیر اس کے خلاف شہوت نہیں

بھی پہنچائے جائے۔“

”تو خصوصیت سے اسی پر نظر ہے۔“

”نہیں، اور بھی یہی تھا۔“ میشوڑہ بھی قبل کر لیا گیا ہے

کہ رضوانہ کے ایسا داروں پر بھی نظر رکھی جائے لیکن بنیادی

چیز ہے کیا ناڈا بینک کی دلخیلی سر سجادہ کا قتل نہیں۔“

”خود ہی دیر تک خاموشی سے ہی بھر حمید نے پوچھا ہے

کہاں جا رہے ہیں؟“

”میں الحال دولت آباد کا ایک ریستوران منزل ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ اس کے کچھ نہ کچھ آدمی یعنی طور پر آپ

کی نظر وہ نہیں ہیں۔“

”تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔“

”تو بھر وہ بھی اسی طرح ختم کر دیے جائیں گے جیسے آپ

کو دیکھتی کی اطلاع دینے والا ختم کیا گیا تھا۔“

”اگر اب تک ختم نہیں کیے گئے تو تم اسے کیا بھر گے؟“

”ہی کہ وہ نہیں بختا کہ آپ ان کے ذریعہ اس تک پہنچ

سکس گے۔“

میں لیا جا رہا ہے۔ لڑکی کی مسکراہٹ نہ ہو ہوتے ہوئے بھی خاصی دلکش تھی۔

”بکاں ہے، میں نے اس کی میز پر کھانا ہفروں کھایا، لیکن... قتل! اور قتل تو میں اسے اس وقت بھی کر سکتا تھا جب پیٹ بھر کر خصت ہو رہا تھا۔“

”مگر ہم تو لیا جا رہا ہے! پولیس تھاہی تلاش ہیں ہے۔“

”پولیس میری جیب میں رکھی رہتی ہے۔ پلچار نہ نگاؤ! میرے پیسے پچھے:“

”لڑکی نے میرے کو اشارے سے بلا کر چائے کے لیے کھا اور لیٹرے کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکراہٹ رہی۔“

”اس مسکراہٹ کا مطلب؟“ وہ اسے گھوڑتا ہوا بولا۔

”اوہ، سمجھا! تم شاید پولیس سے تعلق رکھتی ہو مگر یاد رکھو کجھے زندہ گرفتار کرنے والا آج تک پیدا ہوئے کی کوشش تو کر رہا ہے لیکن ہو نہیں چکتا۔“

”بڑے جیا لے ہو؟“

”و دیکھو ہی رہی ہو کہ اس شہر پر میرا راج ہے۔“

”ہاں دیکھو ہی ہوں! کیا تھاڑی پشت پر کوئی قوت ہے؟“

”میں خود ہی ایک بہت بڑی قوت ہوں لڑکی! تم میری توہین کر رہی ہو۔“

”تم آخر خود کو خطرات میں کیوں ڈالتے ہو جبکہ کوئی بڑا فائدہ بھی نہیں رہتا۔“

”کھانا سہم کرنے کے لیے میں خود کو خطرات میں ڈالنے کا عادی ہو چکا ہوں۔ کھانے کے بعد جیل قدمی کرنے والے تھاڑی نظروں سے بھی گزرے ہوں گے۔ مقصد کھانا سہم کرنا ہوتا ہے، اسی طرح خطرات میں پڑنا ہی میری نذر تی کا فامن ہے۔“

”ہاں! اتنا تدرست تو ہونا ہی چاہئے کہ چانسی کا چند اپسانی لگ سکے۔“

”کیا میں میں اٹھا کر پاہر پھینک دوں؟“ وہ غصیدہ بھی

میں بولا۔

”کیا فائدہ ہو گا اس سے؟“

”تمیری بار ملاقات نہ ہو سکے گی۔ میں اسے پسند نہیں کرتا کر کی سے وہ سری ملاقات بھی ہو۔“

”اگر وہ سری یا تمیری بار پرس میں ہرن ٹافیاں ہی نہیں ہوں تو؟“

”وہر ملائے لایا اور وہ خاموش ہو گئے۔ لوگ اب بھی ان

ہو سکتا ہے۔“ حمید خوش ہو کر لڑکی سے اترتا ہوا بولا۔

فریدی نے کچھ کہے۔ نیز رکارڈی آگے بڑھا۔ حمید جنہے لے دیں کھڑا ریستوران کے سائز بورڈ کو گھوڑتار میں چھوڑا۔

آہستہ سے آگے بڑھا۔

وہ جیسے ہی ریستوران میں داخل ہوا اس کی کھوپڑی ناق بھی۔ کیوں نکھر کا ذمہ نہیں اسے ایک بدشکل بورڈ بھی عورت کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں دکھانی دیتا تھا۔

اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر دل ہی دل میں فریدی کو ہزاروں سائیں اور پھر بیک بیک تھیک کیا کہ اب اسے زرعی ہی کر دے لے گا۔ اگر اس بورڈ بھی عورت سے والہانہ عشق کو کے سارے شہر میں بدنام نہ ہو تو کچھ بھی نہ کیا۔

لڑکی نے اسے دوڑ سے دیکھا تھا اور بھیرانی رفتار

اتھی تیز کر دی تھی کہ ذرا ہی کی دیر میں ہاتھ کر دی گئی۔ میکن بلآخر اس تک پہنچ کر دی دم لیا۔ وہ ایک چھوٹے سے کیفے

میں داخل ہوا تھا۔ وہ ایسا ہی معمولی ساکھی تھا جہاں اس جیسی سپ ٹاپ لرکیاں جھاکھتا بھی پسند نہ کرتیں مگر وہ وہ زبان اندھری تھی۔ نہ جانے کتنی تھیز زدہ سی نظلوں اس کی طرف اٹھی تھیں میکن وہ ماحول سے بے پرواں کے تھے بڑھتی رہی۔

اس نے ایک خالی میز نہیں کی اور میکھے بھی نہیں پایا تھا کہ وہ سری طرف پہنچ کر لڑکی نے جبکی کھسکھنے اور وہ چونکر اسے گھوڑتے لگا۔

لڑکی مسکراہٹ اور چپ چاپ بیٹھ گئی۔ وہ اسے دیکھے جا رہا تھا۔

”یہاں میں تھاڑی جیب کاٹوں گی۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”اوہ!“ وہ بھی جو اپا مسکرا یا۔

”بلاؤں پولیس کو سامنے ہی ڈیوبنی کا نیٹیل موجود ہے۔“

”بلالو!“ اجنبی نے بے پرواٹی سے کہا۔ گفتگو اتنی آہستگی سے ہو رہی تھی کہ اس پاس ولے آوازیں تو سن سکتے یہیں کچھ کچھ نہ سکتے۔

”تین چاروں ہوئے تھے میرے پرس سے ٹافیاں نکالی تھیں،“ لڑکی نے کہا۔

”میں تھاڑی کے حرم سے روح نکال سکتا ہوں لیکن

بھی اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”ہوں! شاید اسی لیے تھاڑا نام ایک قتل کے ساتھ

”پھر اس آدمی کے قتل کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟“

”اوہ، وہ شاید اس تک پہنچنے میں مدد دے سکتا ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ خیال بھی درست ہی ثابت ہو۔“ فریدی نے کہا اور بھر کی گہری سوچ میں بیڑا گیا۔

”سر سجادہ کہاں ہیں؟“ حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”شہر والی کوئی نہیں ہے۔“

”میں نے تو نہیں دیکھا۔“

”ابھی حال ہی میں رضوانہ نے ایک نیما لازم رکھا ہے۔“

فریدی مسکرا یا۔ ظاہر ہے کہ ملازم میں کوئی گھوڑنے کے لئے

”ملازم!“ حمید آنکھیں چھاڑ کر زدہ گیا۔

”ہاں... آں! اس نے کہا تھا کہ وہ رضوانہ سے قریب ہی رہتا چاہتا ہے، اس یہی مجھے اس کے چہرے پر خاصی غصت کر فی پڑی تھی۔“

”آخر وہ رضوانہ پر خود کو ظاہر کریں نہیں کر دیتا۔“

”اس صورت میں وہ مغموم نہ رہ سکے گی۔ سر سجادہ خود ہی اس پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔ ایکبار بھر جسنوں لوگوں نے نہیں نہ در در مر خپس اس آدمی کے لیے مولیا ہے جو جنک آٹ کیتا دا اک دیکھی طرف دار ہے۔“

”اس سلسلے میں یہ ضرور سوچنا پڑے گا کہ وہ سر سجادے کیوں بیڑا ہوا تھا... آہا غمہ ہے... دیکھیے... آپ ایسا کو فروخت کرنے کی کوشش کیوں نہ کی جائے بلکہ طریقہ کار کی جیتیں ہے کیا ناڈا بینک کی دلخیلی سر سجادہ سومند ثابت ہو گا۔ سب سے اوپنی بولی رکھنے والے پر نظر رکھی جائے۔“

”اتفاق نہ خیال ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ خود ہی بولی لکانے دو؟ اسے کا جب کا پورا اگر وہ اس کام کے لیے موجود ہے۔“

”یہ بھی تھیک ہے بھر کیا صورت ہو سکے گی۔“

”چھوڑو!“ فریدی کاڑی کی رفتار کم کر کے اسے فٹ پاٹو سے لگا تھا۔“ بیس اٹر جاؤ۔ وہ سامنے ہے تکی بار اینڈ ریستوران کا دفتر پر میکن ایک ایسی ہی لڑکی نظر آئے گی جسے دیکھ کر جسی خوش ہو جائے گا۔ اس سے دوستی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔“

”اگر اسی طرح ڈیوبنی میں اتر جاؤں تو تم اسے کیا کہو گے؟“

”ہی کہ وہ نہیں بختا کہ آپ ان کے ذریعہ اس تک پہنچ سکے گے۔“

دنوں کو گھوڑے جائے تھے۔

لیٹرے نے سگریٹ سلکتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ میں صرف ایک پپ شکر پیتا ہوں۔

عادیں تو شریفون ہی کی کی ہیں۔ لڑکی بولی۔

تم میر امداد کا اسی ہو، کہیں میں تھپڑنے سید کروں۔

یہ ہوئی کہیں پن کی بات دیئے میں بھی تمہاری ہی طرح

کریک ہوں۔ عقپڑ کھانے کے بعد شاید میں تمہارے سر پر

چلے واقعی قدر دوں۔

اوہ، کیا واقعی؟ لیٹرے نے اُسے تین آمیز نظریوں

شہر کی بہتری لڑکیاں تمہارے لیے آئیں بھرا کتیں میں

گریں ان میں نہیں ہوں۔

میرے لیے آیں بھرا کریں۔ لڑکیاں بیٹرے

سکھنے میں تحریر تھی۔

ہاں... ہاں! وہ لئے ہی کے لیے سر شام گھروں سے

نکل آئی میں اداں کے ہینڈ بیگ ٹانیوں اور چاکلیٹ کے

پکیوں سے پہنچتے ہیں لیکن تھیں میرے پرس میں اعتباریہ

دو بائیخ کا پتول ملے گا۔

خوب! لیکن تم مجھے مر عوب کرنے کی کوشش کیوں کر

رہی ہو؟

غلط سمجھے! میں تھیں اپنے متعلق بتا رہی تھی۔ جانتے ہوں

کہ تم مر عوب ہونے والوں میں سے نہیں ہوں لیکن کیا اپنا وقت

بریادیوں کو رہے ہو۔ ان حرکتوں سے کیا فائدہ جو تم کرتے

پہنچ رہے ہو؟

اپنے معاملات میں خوب سمجھتا ہوں۔

کسی حد تک میں بھی بھتی ہوں۔ لڑکی مکاری۔ تمہارا

طریقہ کار سائنسیک ہے۔ تم نے پیلک کی سجدہ دیاں بھی حاصل

کی ہیں۔ اب اسی معاملے میں دیکھو لو۔ سر سجادہ قتل کرو دیا۔ تم پر

بھی شہر کیا جا رہا ہے لیکن بہترے لوگ تمہاری طرف داری

کر رہے ہیں۔ حقیقت کو بعض اخبارات بھی اس بھجتے خریک

ہو گئے ہیں۔

کوں کان کھار ہی ہو میرے۔ اگر مجھے گذار کرنا

چاہتی ہو تو ہیں اسی جگہ کوشش کر کے دیکھ لو۔

مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ لڑکی آہستہ سے بولی۔

لیکن ہمارے درمیان جو فتح گو ہوئی ہے اس کا علم اے
کیسے ہو سکے گا۔ نیڑے نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے ہوئے پوچھا
میں کیا جاؤں! تم نے ہی یہ سوال اٹھایا تھا۔ تم، ہی
جواب دو۔
چلو کوئی بات نہیں۔ اگر تم اس دوران قتل کردیجیش
تو جواب مل ہی جائے گا۔

قتل... نہیں! لڑکی کا نپ بھی۔
اوہ... ہو... یہ بیک نیٹر ایک جان جھک گیا۔
ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی سے پچھنچ کی کوشش کر رہا ہو۔
لڑکی جو کمک کر دروازے کی طرف دیکھنے نکلی۔ ایک اسماڑ
قسم کا وجد ہے تو جوان دیسوار ان میں داخل ہو رہا تھا۔ لڑکی نے
پلکیں جھپکائیں اور پھر لیٹرے کی طرف دیکھنے نکلی۔
نوجوان نے شاید اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیا تھا۔
وہ سیدھا کاڈنٹری طرف چلا گیا۔ لڑکی نے اس کی آواز سنی۔ وہ
پرانہ ہتری کی کتب کو طلب کر رہا تھا۔

لیٹرے ایک طرف سالنی لی۔ شاید وہ اس دورے
نے پھر کاڈنٹری پر کھڑے ہوئے تو جوان کی طرف دیکھا۔ دیکھتی ہتھی
سے مذا اختاب لڑکی کو اس ہوا کہ اس دوران دوسرا آئی
لیٹرے کی شکل دیکھ دیئے میں کامیاب ہوا ہو گا۔ کاڈنٹری دوں
جانب بھے بھے آئنے لگے ہوئے تھے۔

لڑکی نے ایک طولی سالنی لی۔ شاید وہ اس دورے
اوہ کو سچانی تھی جو لیٹرے کے تعاقب میں گیا تھا۔

اس نے کاڈنٹری پر جا کر بل ادا کیا اور تیری سے باہر
نکلیں یہاں معمول کے غلاف کچھ بھی نہ دکھائی دیا۔ سڑک پر
ٹریک کا نظام بدستور برقرار رہا۔ آس پاس کہیں بھی کسی قسم کی
بڑی نظر نہ آئی۔ اس کا مطلب ہی ہو سکتا تھا کہ لیٹرے اضاف
نکل گیا۔

وہ اس طرف چل پڑی جہاں اپنی ٹو سٹرچ چوڑی تھی۔
لیکن ٹو سٹرٹری میں بیٹھنے سے پہلے ہی اسے خطرے کا احساس ہو
گیا۔ وہ نوجوان جو لیٹرے کے تعاقب میں گیا تھا، تیری سے
اس کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔

لڑکی نے اخن اسارت کیا اور اس کے قریب پہنچنے سے
چھپے ہی ٹو سٹرچ رکٹ میں آگئی۔

چھر تقریباً چار فرلانگ چلنے کے بعد اسے ایک جو رائے
پر مکنایا۔ اس کے دیکھ کاروں اور دوسرا گاڑیوں کی ایک بھی

ہاں... آگ!“
تو بس قیمت ادا کرو اور چپ چاپ چل جاؤ۔ سر جلو
وقت کرنا والا مجھے بھی چھانتا چاہتا ہے اور سنو۔ تم نے
کیے یقین کر لیا کہ میں بھی اسی کے گروہوں میں سے نہیں ہوں۔“
میں بھی نہیں لوگوں میں سے ہوں جو تمہارے خلاف
ایک لفڑا بھی نہیں میں سکتے۔“
”یہ ادبیات ہے لیکن...“ وہ خانوش ہو کر کچھ سوچنے
لگا پھر بولا۔ اچھا تو تم مجھے کیا چاہتی ہو؟“
”مجھے اس سے چھکارا پانے میں مدد دو۔ ابھی تک
میں اس کے لیے چھوٹے ہوئے کام کرتی رہی ہوں مگر قتل
کا معاملہ ہے۔ آخر وہ مجھے سر سجادہ کی لڑکی سے دوستی کرنے
کا مشورہ کیوں دے رہا ہے۔ میں پولیس کی مدد بھی لے سکتی
تھیں لیکن اس صورت میں مجھے دوسرے معاملات میں بھی الجمالیا
جائے گا مجھے پوچھا جائے گا کہ وہ مجھے کس سلسلہ میں
بیک میں کر رہا تھا؟“

”اور من تم سے یہ لوچنہیں سکتا ہیوں؟“ وہ اس کی
آنکھوں میں دیکھتا ہوا سکرا یا۔
”میں نہیں بتا دیں میں کوئی خرج نہیں ہے۔“
”چھر پتاو، دو گے سہارا؟“

”سوال یہ ہے کہ میں اسے کہاں تلاش کرتا چھر دیا
ایک بار بھی مل رہا جائے تو پھر میں کیا کروں؟“

”بڑی مصیبت ہے تو پھر میں کیا کروں؟“
”سر سجادہ کے قاتل کے بیان کے مطابق وہ کافی باخبر
اوہ معلوم ہوتا ہے تو پھر کیا وہ تمہارے حالات سے بے خبر
ہو گا؟“

”تجھی تو بیلک میں کر رہا ہے۔“
”اچن سمجھنے کی کوشش کرو۔ کیا وہ اس سے بے خبر ہی
ہے کاکتم مجھے مل بیٹھی ہو؟“

یک بیلک لڑکی خوف زدہ نظر آنے لگی۔ ایسا معلوم ہو
رہا تھا جیسے کسی نے اس کی گدگوں سے خون کا آخری قطہ تک
چھوڑ دیا ہو۔ لیٹرے سے مٹونے والی نظر وہی سے دیکھ رہا تھا۔
لڑکی چند لمحے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی چڑا جو
اُدھر دیکھ کر آہستہ سے بولی۔ تم میں کہہ رہے ہے ہو۔ مجھے
تم سے اس طرح نہ ملتا چاہیے تھا... اوہ... اب کیا ہو گا؟“

نہیں کیا کہ اس کی تحریری تلفت کرو دی جائیں۔“
”چلئے پی چکیں تم؟“ لیٹرے نے پوچھا۔

لکھی جاں بچاؤ گی ایکرے یہے؟ وہ اسے گھوڑا ہو جائے۔
”چھر غلط کچھے اولادت ہی ایسے یہیں کہیں پولیس سے مدد
نہیں لے سکتے۔“
”کیا بات ہے؟“

”مجھے ایک بیلک میل کے بچھے سے مہاں دلاڑ۔“
”ہوں! کون ہے؟“

”یہیں نہیں جانتی۔ میں نے صرف ایک بار اس کی ہلکی
بی جھک دیکھی تھی۔ سر سے پیر تک سیاہ تھا۔ چھرے پر صرف
آنکھوں کی جگہ کھلی نظر آتی تھی اور اس کے ساتھ ایک سکتے بھی
تھا۔ وہ مجھے بیلک میل کر کے مجھے سے بعض غیر قانونی کام کرنا
چاہتا ہے۔ ابھی کل ہی مجھے اس کی طرف سے ہدایت ملی ہے
کہ میں سر سجادہ کی لڑکی رضوانہ سے وہی پیدا کر دیں۔“
”لیٹرے کی انگلیاں میز پر اس طرح پل سہی تھیں جیسے
ٹانپ دامڈ پر جلتی ہیں۔“

**

لڑکی اُسے خور سے دیکھ رہی تھی اور وہ سر جھکا۔
بیٹھا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کے ہونٹوں پر خفیت سی مکارہیت
نظر آتی اور وہ سر اٹھا کر بولا۔ کیا تم مجھے اسی آدمی کی کھانی
سنا ذہنی جس کی سر سجادہ کے قاتل نے سنا تھی؟“

”ہو سکتا ہے رہی ہو۔ وہ مجھ سے صرف ایک بار ملا
ہے۔ یہ بچپنی رات کی بات ہے وہ نہ اس سے پہلے تو مجھے
اپنے فلیٹ میں کسی نہ کسی جگہ اس کے خطوط ملے رہے ہیں۔“
”ارے وہ پیغام رسال کا کہاں مل گیا تھا؟“

”میں نہیں جانتی۔ مجھے کسی کھنے کے ذریعہ کبھی اس کے
خطوط نہیں ملے۔“

”بہر حال وہ خطوط یقینی طور پر ٹانپ میں ہوتے ہوں گے۔“
”نہیں، ہاتھ کی تحریر۔“
”بڑا الگہا معلوم ہوتا ہے یہ آدمی بھی۔“

”کام کرنے کا طریقہ تو اتنا عقل مندانہ ہے لیکن وہ
امتحنی ہے کہ اپنی تحریریں تھیں کرتا چھرتا ہے تاکہ کبھی بھی
ضرور پکڑا جائے۔“

”لہاں بیس ایسات تو ہے۔ اس نے کبھی مجھے اس پر غبور
نہیں کیا کہ اس کی تحریریں تلفت کرو دی جائیں۔“
”چلئے پی چکیں تم؟“ لیٹرے نے پوچھا۔

سی تھا تو۔ اس نے مژکر دیکھا اور اس کے ہاتھ اسٹرینگ پر کانپ کے بعد جلدی سے آٹو میک سکنل کی طرف عمدہ کی۔

چھوڑ دیج دہ شہر کے باہر لایک دیر ان سڑک پر تھی۔ ایک بار پھر مژکر ناپڑ۔ حکورتے ہی فاصلے پر ایک تیکی نظر آئی، اور اس نے واہنے پا تھے سے اسٹرینگ سنجائے ہوئے بائیں ہاتھ سے دشی بیگ کھول دلا۔ دشی بیگ سے ایک کیرہ نامہ نامیں نکال کر اسے منہ کے قریب نے جاتے ہوئے بولی۔

”عتری سکس... عتری سکس اسپینگ... پلو ہلو!“ ڈرامیور کو لکارا گھاڑی پشاور راستے سے“ سبز رہنی نظرتے ہی اس نے اسے کان سے لگایا۔ شاید دوسرا طرف سے بولنے والے کی اواز سنی تھی اسی پھر اسے دعبا رہنے کے قریب لا کر بولی۔ کیپٹن حمید میر اتفاق کر لیا ہے کھیل بچ دگنا۔ آج وہل گیا تھا۔ میں اسے شیخیں میں اتار رہی تھی کہ وہ کم بنتا بیکا۔ وہ تو نکل گیا لیکن اب وہ میرے پیچے ہے۔“ ڈرامیور کو بھر کا نکے قریبے گئی۔

حمدی نے عسوس کیا کہ نو سیر کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ اس نے ڈرامیور کو رفتار کم کرنے کی بہایت کی اور مژکر دیکھا۔ اس کے پیچے بھی ایک سکارا تھی۔ اس کے خیال کے مقابل اسکی رفتار بھی کم کی تھی تھی۔ اس نے ڈرامیور سے کہا کہ وہ پیچے والی گاڑی کو نکل جانے کا موقع دے۔ تیکی سڑک کے کنارے سے گکر چلنے لگی۔ اس طرح پچلی گاڑی کے آگے نکل جانے کے لیے کافی بچنے کر رہی تھی۔

یک جیسے ہی وہ گاڑی قریبے نکلی حمید کی رفع فنا ہو گئی کیونکہ پچلی سیٹ پر اسے نکی بار کی دبی بڑھا کر دیا۔ نظر آئی تھی جس سے وہ پچھے نہیں دنوں سے عشق کرتا رہا تھا، اور بمشکل تام سے یعنی دلانے میں کامیاب ہوا تھا اگر وہ بھی جواناً اس سے عشق نہیں کرے گی تو وہ کسی کنوئی میں چھلانگ لٹکا کر خود کشی کرے گا۔

فریدی نے تو صرف اتنا ہی کہا تھا کہ وہ اس سے جان پہنچان پیدا کرے سکن حمید جھلائیت میں عشق ہی کر دیجاتا۔ حمید ہی تھیرا۔ کھوپڑی یا تو بالکل سیدھی چلے گی یا اتنی الٹی چلے گی کہ کسی ہورست سے کھوپڑی ہی نہ معلوم ہو سکے گی۔

گرائب اس وقت افتاد طبع بجانی کے چندے کی ہنگوں پر آپنی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت پر بڑی طرح حارج ہو گی۔

گاڑی تیزی سے آگے بڑھ کر اس طرح رُکی کو نو سیر کے درائیور کو بھی دکھانے میں عافیت نظر آئی۔

”روک دو“ حمید نے اپنے درائیور سے کہا۔ اگلی دو فوں گاڑیاں کچھ اس انداز میں رکی تھیں کہ آگے نکل جانے کا امکان ہی نہیں رہ گیا تھا۔ ورنہ حمید ایسی حققت نہ کرتا۔

بڑھا گاڑی سے اُتر رہی تھی۔ نو سیر والی نے اس کے

ڈرامیور کو لکارا گھاڑی پشاور راستے سے“ اتنی دیر میں حمید اس کے قریب پہنچ کا تھا۔

”میں قانون کے نام پر تم سے اس لیٹرے کا پتا پوچھتا ہوں“ اس نے کہا۔

”کیا مطلب؟ آپ کون ہیں؟“ لڑکی نے غصیل یہیں میں کہا۔

”میں کوئی بھی ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہر

شہری کا فرض ہے کہ اس لیٹرے کو قانون کے حوالے نہ رہنے میں مدد کرے۔“

”میں نہیں جانتی آپ کس لیٹرے کی بات کر رہے ہیں؟“

”اُرے یہ خود لیٹرہ ہے“ بڑھا قریب اگر دبڑا۔

”مکار فرمی۔“

”جاؤ۔ تم پر اسی طرح بڑھیوں سے جان، ہجان پیدا کر کے انہیں بچانستا ہے۔“

”کیوں بکواس کر رہی ہو، خاموش رہو“ حمید کو غصہ آگیا۔

استئنے میں ڈرامیور نے گاڑی کا رُخ بدل دیا اور لڑکی

اپنی نو سیر کا بخوبی اسٹارٹ کر دیا۔

”میں کہتا ہوں ٹھہر دو“ حمید دبڑا۔

”اُتنے ہی نامعلوم معلوم ہوتے ہو کے والدہ عمر مہرہ

انداز میں کہا۔

بڑھنے کے لیے کافی بچنے کر رہی تھی۔

مرح نہیں جاسکتی۔“
بڑھا گاڑی سیکسی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ بڑھا گاڑی پھر سے
چھپت کر رہا ہیں ہائل ہو گئی۔

”میں ہٹو سامنے سے“
”اُرے واد!“ وہ ملٹری نچاکر بولی۔“ پوشش نہ کرنے

یہ بیان نہیں اتم عجم سے ایسی باتیں کیوں کرتے رہے تھے“
”میں زندگی بھر تھے ویسی ہی باتیں کرتا رہوں گا انہاں

وقت سپت جاؤ“

”یہ دیدہ دلیری اتم جاؤ گے اس کے پیچے؟“
”بڑھوں کا کہنا مانتے ہیں صاحب“ حمید کے ڈرامیور

نے ہنس کر کہا۔
”تم مضمک اڑوارہ ہی ہونہ سرا اور اپنا“ حمید نمکین نکال

کر رہا تھا۔
”میں سارے ذمہ نے میں چھنچی بھر ڈال گی تم نے ایسی باتیں

میوں کی تھیں؟“
”بڑھ کر رہوں گا اتم نہیں جا شیش اورہ اب تو پتا نہیں وہ کہاں پہنچی ہو گی۔“

”اُرے بڑھا سی کی باتیں، تم جاؤ گے اس کے پیچے؟“
”دو نوں گاڑھوں کے ڈرامیور ہنس رہے تھے۔“

”بیلی ڈارنگ کچھنے کی کوشش کرو۔ وہ کوئی شر لفڑی لڑکی نہیں تھی۔“

”غیر لفڑی ہی ہوتی تو تمہیں گولی کیوں نہ مار دی۔ اُن فوہا!“

یعنی تم عجم سے یہ کہہ رہے ہو کہ وہ کوئی شر لفڑی لڑکی نہیں ہے اس لیے میں تھیں اس کے پیچے جانے دوں گی۔ یعنی غیر شر لفڑی رہکیوں کے ساتھ تم رنگ رلیاں منتے ہو گے۔ تھا را دماں تو نہیں خراب ہو گیا اُن فوہا!“

”اُن فوہا!“ حمید نے جھلا کر دانت نکلے بھر سنبھل گیا۔

غصہ اس مصیبت سے نجات نہ دلا سکا بلکہ بات بڑھتی ہی رہتی اور دنوں ڈرامیور ہنسنے رہتے۔ اس کی زبان سے کہیں

لفڑ ڈارنگ نکل گیا تھا۔ اس پر وہ دنوں جونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے تھے اور اب ایک بالکل ہی نئی دلپیچی کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے۔ ہو سکتا ہے پہنچ وہ بھی اُسے ماں ہی سمجھے ہوں!

”اچھا چلو واپس چلتے ہیں۔“ اس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ اب اسے فریدی پر تاؤ آ رہا تھا۔

”میں تمہاری بی گاڑی میں چلوں گی۔ اس کامی کا کھرایے ادا کرو۔“

”اب کلایے بھی میں ہی ادا کروں؟“ حمید نمکین نکال کر بولے۔
وہ تو ادا ہی کرنا پڑا۔ یہی کیا کام خاکا کس طرح نہنے والیں

میں سے ایک ہی رہ جاتا۔
”بیکی پھر شہر کی طرف واپس ہوئی۔ لڑکی غالباً تار جام

گئی تھی۔ حمید کا ہی اندازہ تھا۔
”اب... آج میں تمہارے گھر چلوں گی۔“ بڑھا گاڑھنک کر بولی۔

”میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔“
”کیا سوچ رہے تھے؟“

”بھی کوئی دنیا بڑی داہیات جگہ ہے کیوں نہ ہو ڈھوٹیں خود کشی کر لیں۔ دو دلوں کو یہ دنیا ملنے ہی نہیں دیتی۔ ہاں ایسا فضول باتیں نہ کرو۔ میں تمہارے گھر چلوں گی۔“ بڑھا گاڑھنک کر کہا۔

”بھی کوئی دنیا بڑی داہیات جگہ ہے کیوں نہ ہو ڈھوٹیں دیکھوں گی۔ اب تمہاری یا توں پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔“

اوقات دورے پڑتے ہیں۔ پچھلے دنوں میں ایک بھیں خرید لایا تھا اور اسے بیار سے دُر وانہ بیکم کہا کر تھا۔“
”کیا مطلب؟“

”بھیں کام مطلب بتاول یا در دارہ بیکم کا؟“
”تم میرا مضمکہ اڑا کر رہے ہو؟“ بڑھا گاڑھنک کی آخونم نے ایسی باتیں کی تھیں؟“

”باتیں کیوں کی تھیں؟“
”بھی جو بلے گی مکر تم نے ساتھ کیا کہا تھا اس لڑکی نے؟“

”وہ خرافہ کیوں نہ ہے؟“
”حرافا!“ حمید اور پری ہونٹ مصنوع کر دیا۔“ اور میرے متعلق کیا خیال ہے؟“

”تم بد معاشر ہو۔“ وہ کھسافی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔
”و مجھے بتا دکرم نے مجھ سے ایسی باتیں کی تھیں؟“

”کیا میں نہیں اپنے ان پڑھیوں سے ملا دوں جاؤ نے دل مجھے بالکل خلنے بھجوادیئے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں؟“

”وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اب یہ بڑھا گاموش ہی رہے تو بہتر ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ کھو پڑی سے باہر ہو کوئی

103

پر مخفی ہے۔“
فریدی خاموش ہو کر سکاہ سکانے لگا۔
دیوبنی سعید کے لیے کیا ہو رہا ہے؟“
”تمہاری درانتیں کیا ہونا چاہتے؟“
”میں پوچھ رہا ہوں کوئی الی درجہ ہو سکتی ہے کہ وہ مرحوم
مروت کا خواہاں ہو جائے۔“
”کسی وجہ بات میں موجود ہیں۔ مشترکہ بنس کے کاغذات
مشتری ہیں۔ ان کی تحریر کچھ اس قسم ہے کہ مشترکہ بنس یا ک
مشترکہ موت کے بعد سارا کام ادا دوسرا ہے پاہنچر کی طرف
مشترکہ موت ہے گا اور مرنے والے پاہنچر کے دراثا اسی ہے
یک حصہ کے بھی حق دانہ ہوں گے۔“
”اس قسم کے معاہدے کے آج تک نہیں ہیں۔“
”مگر اسے ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ قاتلانہ میرا اسی نہ کریا
ہو گا۔“

ہوگا؟ ”
”میرا خیال ہے کہ اس بیوی کے سلسلے میں سرائی رسائی
کے زیادہ دعا تو نہیں مفید رہے گی۔“
فریدی کھنڈ بولا۔ وہ آدم کری کی پشت کامیٹکا برا
کار کے بلکہ بیک کش لے رہا تھا۔ اور وہ کھلی آنکھوں سے کہرے
تفکر کے آثار ترشیخت۔
اسے میں ملانہم شام کے اخبارات لایا اور انہیں میز پر رکھ
کر دیا۔ فریدی نے ہر تھوڑا کوڑا کی اخباراً لٹھایا اور جو شاید
وہ بھلی ہی سرخی ہتھی جب پرنٹر پرستہ ہی اس کی اور وہ کھلی آنکھیں
پیکی جی گئیں۔
”اوہ۔“ اس نے اخبار جو درکری کے سچے مخفی طی کے

چکر لئے۔ چکر بے پہنچے اسے امداد کے۔ چکر بے پہنچے اسے امداد کے۔
لائیں۔

لکھ پڑا ہے۔
دوسرے ہی لمحے میں تریدی نور کی طرف چھپتا۔

اس بے میری سے گئے ہجڑا کیا کہ انہیں اطلاع دیتے کہ نون
میں دلہرایا۔ پی صاحب نہیں۔

پر فردی ہے۔“
خندقی خاموشی رہ ہی۔ تجید حرمت سے آنکھیں بچاڑھے
نہ لاغزیں سو ایجاد کا اٹھ رہا ہے۔

وہ بیکھر لے تا پر پری چڑپا۔ جی ہیں! جس کو
دینا آپنے، پیر کے متعلق ہمارے درمیان بحث نہ
ہوئی تھی میں ورنچ چھاپ دری گئی ہے... جی ہیں، دیکھیے اسی لیے
میں کسی کی تفتیش کے درمیان اپنی زبان نزیادہ ستر جلد ہی

”بیس اب آنہم کرو تھا را کام تربیب فریب نہم ہو جائے۔“
فرید کے کہا۔
”شام پر جو دلکاہے فرمائیے“ حمید جعلہ کر لے بولا۔ اخراج
پڑھیا کیا چکر ہجتا؟“
”میں صرف یہ چاہتا تھا کہ تم اس سے دوستی کرنے کا شکش
کرو لیکن تیرنے والیں شروع کر دیں۔“
”میں تو ابھی ترول سے مردے اکھاڑا کھار کرانے
لبھی دستی پیدا کرنا پڑوں گا۔ خدا آپ کے اس سانسیدیک
مردنی کا رکورڈ تھی وے۔“ حمید جعل کر لے بولا۔
”میں لو، وہ لیٹراختیں پر جو دلکاٹی دے گیا؟“ فرید کے
رس کے پاس پڑے وہ صاف دے بینے لو جھا۔

”بھتہم میں گیا وہ لیٹر اے مجھے اس پڑھیا کا اعلان بتائے کے۔
خطرناک عورت ہے نیچے شرک پر کوئی بیان پکڑ لئے والی
اچھی ہے بیکٹو ناییدا اسی طرح بچپنا رخصت ہو گئے۔ میں تو تک
ہار چکا ہوں“

”میں لوچھتا ہوں تھہند کیا تھا ویاں بھیجنے کا۔“
”محض یہ ظاہر کرنا کہ ہم لوگ جاگ رہے ہیں۔“ کوئی نہ سوچا
کو کیا سمجھتے ہو۔ وہ بھی ایک ڈرہ ہے ہے اس آدمی کے کوئی کل کا۔

”اس سے فائدہ؟“

”فائدہ تو نتائج ظاہر ہونے کے بعد ہی نظر آئے گا۔“

”فی الحال اس کی فکر نہ کرو۔“

”تو اب میں وہیں نہ چاہوں؟“
”اگر تم جانا چاہو تو تمہیں روکے گا کون، یہ تیہاری رینی

ادب چیز کی تلاش تھی اور وہ ہی چیز سے مجاہد پر قاتل نہ جلد کرنا نہ
کا باعث بھی بنی ہوگی۔

میک پاسوں رہے ہوئے یہ بیک پڑھانے اس کا شان
جنخون دکھ کر کھا۔

”جمول：“ حمید شکن کی طرح بھونکا اور وہ بوکھلا کر دوسروی
طرف کھکھ لگئی۔

اس وقت اس کی ذہنی حالت ایسی ہی تھی کہ اپنی اس
بچکانہ حرکت پر خدا برا بر بھی شرمندگی نہیں محسوس ہر کتنی تھی۔
”یہ کیا بے ہوش دیگر ہے؟“ اس نے پڑاں لہنہ بندا کر کھا۔
”میری محبوسی نہیں آتا کہ اس کہانی میں مٹھیں کہاں فیکھ دیں؟“
”کیسی کہانی؟“
”اگر بیلی مال کی شادی... بھونک کے آپ سے ہوئی ہر قی
تو پھر دکھان کیسے جنم لیتی؟“

”کیا بچو اس کو رہے ہو؟“
حمدپارن کی آداز سن کر جونک پڑا۔ پچھے شاید کوئی کاریغی
وہ مٹرا۔ متوڑے سے ہی فاصلے پر وہی تو سیر نظر آئی جس کا تعاون
کرتا ہوا وہ اس طرف آیا تھا۔

”درستہ دوستِ حمید نے ڈرامہور سے کہا۔ ڈرامہور نے گاری
ایک طرف کری۔ تو سیراب ٹکی کے ساتھ ہی وہ رہی تھی۔
”ڈرامہر یے“ ڈرامہو کرنے والی لڑکی نے کہا۔

”اہے... خدا غارت کرے یہیں حرفاں“ پڑھیا کلکاش
اور حمید نے ڈرامہور سے گاڑی روکنے کو کہا۔ وہ بھی شاید دوبارہ
اس چکر سے حصے لطف انہوں نے ہونا چاہتا تھا اس لیے پڑھیا
کے چینچھارٹنے کے باوجود بھی اس نے گاڑی روک رہی دی۔

حمدپری تیری سے نیچے اتر آیا۔ تو سیر بھی رک گئی۔
لڑکی نے کھڑکی سے صر نکال کر کہا۔ ”معاف نیکی کیجیے کامیں نہ آپ
کو پہچانا نہیں سکا لیکن یہ سوچتی رہی تھی کہ کہاں دیکھ لے ہے آپ
کو! آپ کیسی پن حمید نہیں! پچھے سال آپ نے رائل کلب سے
مکملے میں حصہ لیا تھا!“

”ہوں اتواب آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“
”وہ لیٹر اجھے اتفاقاً مل گیا تھا۔ میں ہیں جانتی کہ وہ کہاں
رہتا ہے۔ یہ میری اس سے دوسری ملاقات تھی۔ پچھلے ہوئے
اس نے میرے پرس پر بھی بلا تھوڑی صاف کیا تھا۔“
”لیکن تم شہر سے باہر کیوں نکل یعنی ہیں؟“
”روزہ ہی آتی ہوں اور صورتِ خوری کے لیے۔“

اور حماقت کر بیٹھتا۔ آخر اس سے دوستی پیدا کرنے کا کیا مقصود تھا اس کیس میں شروع سے اب تک نہیں الی ہی الی مید دلیویاں ملتی رہی تھیں۔ کبھی کسی غمزدہ لڑکی کا دل بھلاؤ اور کبھی ہزاروں لڑکوں کی والدہ محترمہ سے راہ ورہ سہ بڑھاؤ تو اس طرف زیدی اور ظاہر بجیے غیر احمد لوگ اس آدمی سے لگاتے پھر ہے تھے جس نے خود فریدی کو چکر اکبر کھو دیا تھا۔ کیبل شروع ہوا تھا بیک کی دلکشی سے جس کی اطلاع فریدی کو پہنچ ہی مل گئی تھی۔ اطلاع دینے والا لڑکی تھے پہلے ہی ختم کی دیا تھا لیکن ہزار احتیاط کے باوجود بھی بیک لٹھ ہی گیا پھر فریدی غائب۔ موت تک کی قیاس آرا شیان ہو گئیں لیکن وہ حضرت اس غیر احمد آدمی کی فکر میں تھے جو لڑکوں کے ٹپو دل سے مانگیں جیسا تھا پھر تا تھا پھر سر سجادہ کے قتل کا معاملہ اسٹ کھڑا ہوا جس میں اس سر لٹیرے کا نام بھی شامل تھا اب سر کی اپنی بھی کوئی میں ملازموں کے فرانض انعام دے رہا ہے اس کی لڑکی دن رات بسوتی رہتی ہے لیکن یہ ردنا بسو نہیں کیا نہیں ہو سکتا۔ حیدر دلوں اسے بہت درست سے دیکھتے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ سر سجادہ نے حقیقتاً خود کو اس پر ظاہر نہیں کیا۔ بیٹھی اس کی موت پر آنسو بھائی رہتی ہے وہ دیکھتا ہے لیکن اسے حقیقت سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ وہ عمارت بجئے وہ قتل کی دھمکی کے باوجود بھی غروریت کرنے پر تباہ نہیں تھا، اب کیسے ہجور دی گئی۔

عمارت کی قدیم عمارت کے کھنڈوں پر تحریر کی گئی تھی اس لیے خزانے وغیرہ کا بھی چکر ہو سکتا ہے لیکن اگر اسے اس کا لفظ نہ ہوتا تو وہ کم از کم اس سے تو چھاہی رہنا چاہتا۔ خود اس نے اس عمارت کی اہمیت پر ذرہ برا بہ بھی روشنی نہیں دالی تھی۔

زیدی نے اس کی دلست میں عمارت کی نگرانی کی
لیے شروع کرائی تھی کہ سر سچاود کے قتل کی خبر شائع ہونے کے
بعد سے کوئی دلیل دیکھا جاتا رہا تھا۔ زیدی پر کتنے لاحدہ اسکے
پیشے پر پہنچنے کے لیے کافی تھا کہ وہ آدمی اس کے علاوہ اور کوئی
نہیں ہو سکتا جس نے سر سچاود پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا ایکس وہ کوئی
ایسا ہی ایم معاملہ تھا کہ اس نے اس کے سلسلے میں اپنے آدمیوں
سے کام لانا مناسنے ہیں کچھما تھا۔

وہ ایک معاملہ کیا ہو سکتا تھا ہے یا الوائے اس کی فکر تھی کہ
سرحد کی لائن کرنے غائب کر دی یا پھر اس عمارت ہیں کسی

فائزگو کو کتنا عرصہ گزرا؟ ایس۔پی نے لپچا۔
”تقریباً دو گھنٹے“

”وہ تکلیف گیا ہوگا؟“ حمید بول پڑا۔
”نا ممکن۔ انچارج نے پر اعتماد ہے میں کہا۔“ چاروں طرف اُمی موجود ہیں۔“

”تو یہ ملے کب تک چاری رہے گا؟“ ایس۔پی نے طنزیہ لہجے میں بوجھا لیکن قبل اس کے کہ انچارج کوئی جواب دیا حمید بول پڑا۔ میں ختم کیے دیتا ہوں یہ سلسلہ دکش طرح؟“ ایس۔پی نے حمید کو تکمیل نظر دوں سے دیکھ کر لپچا۔

”خواہ کوئی صورت اختیار کرنی پڑے ورنہ کچھ دیر بعد انہیں اپسیں جائے گا پھر اسے کون روک سکے؟“ ایس۔پی کچھ نہ لولا۔ یہ عمارت حمید کی اچھی طرح دیکھی جاتی ہے تو تکمیلی تھی۔ وہ عقیقی حقیقت کی طرف آیا۔ ایس۔پی اور انچارج بھی ساتھ ہوتے تھے۔

۱۰ تھے دروازے تھے، ان میں سے کوئی بھی نور اجا سکتا تھا، حمید بڑبڑایا۔ وہ اس دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جو جھلک کی طرف کھلتا تھا۔

”یہ بھی کر کے دیکھ لیا گیا ہے۔“ انچارج بزرگ اسی سے بولا۔ جس دروازے پر بھی ضریبی پڑتی تھیں اسی کے پیچے وہ آمیزہ موجود ہوتا تھا۔ دھمکی بھی ہوتی تھی کہ وہ تو جان دینے پر تلہی گیا ہے۔ دروازہ توڑنے والوں میں سے ایک بھی زندہ نہ پہنچا۔ اب آپ خود سوچیے ملائی گن کے سامنے۔“

”ختم کرو!“ ایس۔پی غرزا یا در حمید سے بولا۔ باں تو تم کیا کرو گے؟“

”اس پاش کے سہارے جھٹ پر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔“ حمید نے اس مرٹے سے پاش کی طرف اشارہ کیا جو جھٹ سے باڑ کے پانی کے اخراج کے لیے نکالیا گیا تھا۔

”ملائی گن ہے اس کے پاس؟“ ایس۔پی نے گویا دو ملزمان کیا۔ اسے الجھٹے رکھا جاسکتا ہے۔ مجھ میں نہیں آتا کہ پہلے بھی یہی تدبیر کیوں نہیں اختیار کی گئی۔ دراصل ہمارے آدمی اس کی کہانیاں سن کر مروع ہو گئے ہیں۔ ورنہ دو دو جوان ہر دروازے پر لگادیے جلتے کوئی نہ کوئی توٹ ہی جاتا۔ آنسو گیس استعمال کی جا سکتی تھی۔

”یہاں ہمارے پاس سابلن نہیں تھا۔“ انچارج کا مودود

اسی آدمی سے ملی تھی جس کی لاش ریالٹی میں پائی گئی تھی۔ دگروہ کے سر غنہ کے متعلق کوئی اہم بات جانتا تھا جس کا علم اس لیٹرے کو بھی ہے۔ اگروہ کسی طرح پولیس کے ہاتھ آجائے تو گروہ کا سر غنہ بآسانی پکھا جاسکے گا اور بھر اس کی شخصیت راز نہ رہ سکے گی۔

غرفیکہ خبر کے تیور ایسے تھے کہ اس پر دھمکی ہی کا گانہ ہوتا تھا۔ پھر فریدی کا یہ خیال درست ہی ہو سکتا تھا کہ لیٹرے اس گروہ کے نامعلوم سربراہ کو بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

”اب تھیں تاراجام جانا ہے؟“ ایس۔پی کچھ دیر بعد اسٹا ہوا بولا۔“ فریدی نے فون پر کہا تھا۔ طاہر اور زیدی سے ملو۔ تھیں طاہر کی جگہ بھی ہے کیونکہ وہ بخاری میں بتا ہو گیا ہے۔“ حمید اسٹا ہوا تھا۔“ ایس۔پی کچھ دیر بعد اسٹا ہوا تھا۔“ ایس۔پی نے مضطربانہ انداز میں پہلو بولا۔ اتنے میں فون کی تھی بھی اور اس نے ریسیور اٹھایا۔ حمید نے گفتگو سے اندازہ کر لیا کہ دوسرا طرف سے فریدی بھی بول رہا ہے۔ ایس۔پی اس خبر سے متعلق نئی دریافت کا تذکرہ کر رہا تھا پھر وہ خاموش ہو کر سنتے گا۔ کچھ دیر بعد ”اچھا“ کہہ کر سلسہ منقطع کرتا ہوا ایڈیٹر کی طرف ہوا۔

”چلو، میرے ساتھ۔“ اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ تاراجام کے اسٹشن اسچارج کی کال می۔ سر جا دکی کوئی کام اھو کر لیا گیا ہے۔ زیدی نے وہاں کسی کی موجودگی کا اطلاع دی تھی۔ انچارج کا خیال ہے کہ زیدی نے غلطی نہیں کی۔“ یہ بھر اور زیادہ، یہاں انگریز تابت ہوئی۔ تو گویا میں ختم ہونے والا ہے۔ حمید نے سوچا۔ وہ اس آدمی کے علاوہ اسکوں پوکا جو پہلے بھی کوئی میں داخل ہو شکر کو کوشش کرتا رہا ہے۔ ایک بار تو زیدی اور طاہر سے بھی ملکراہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد ایس۔پی کی کار تاراجام والی سڑک پریز فماری کے ریکارڈ نوٹز ہی تھی۔

■ حمید میا صرے کا انداز دیکھ کر لوکھلا گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ سارا انتظام ایک پوری بٹالیں کے لیے کیا گیا ہوا۔ ملے پولیس کے حوالوں نے اس طرح پوزیشن لے رکھی تھی جیسے عمارت کے اندر ہر گھر کی اور دروازے پر کم از کم ایک آدمی ضرور موجود ہو گا!

حمید نے اس پر حیرت ظاہر کرنے کا ارادہ ترک کر دیا گیا۔ اسٹشن انچارج ایس۔پی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے پاس ملائی گن ہے جناب! اس میا صرے کو دھانی گھنٹہ گز چکا ہے۔ ایک بار اس نے راستہ بنانے کے لیے فائزگو بھی کی تھی۔“

”ہرگز نہیں جناب!“ حمید نے سر طاہر کیا اگر کوئی اسے کرنل کی تحریر ثابت کر دے تو میں اپنا سر قلم کو اڑوں گا۔“

”ہاں راخنگ تو فریدی کی نہیں ہے۔“ ایس۔پی بولا۔“ اس سال کا پہلا سب سے بڑا فراڈ سے یہ خط!“ حمید ایڈیٹر کو گھوڑتا ہوا بولا۔ بھر اس سب اسٹکٹر کا خلیہ پر چھنے لگا جس سے خط ملا تھا۔

ایڈیٹر بیان کر رہا تھا اور حمید کی آنکھیں حیرت سے بچتی تھیں۔ حملہ سو فیصد اسی لیٹرے کا تھا۔ ایس۔پی کی نظر حمید کے چہرے ہی پر تھی۔“ کیوں؟“ وہ اُسے گھوڑتا ہوا بولا۔“

”یہ حملہ اسی لیٹرے کا ہے۔““ اداہ؟“ ایس۔پی نے مضطربانہ انداز میں پہلو بولا۔ اتنے میں فون کی تھی بھی اور اس نے ریسیور اٹھایا۔ حمید نے گفتگو سے اندازہ کر لیا کہ دوسرا طرف سے فریدی بھی بول رہا ہے۔

ایس۔پی اس خبر سے متعلق نئی دریافت کا تذکرہ کر رہا تھا پھر وہ اسے فریدی کے پیغمبر اسٹا ہوا تھا جو خاموش ہو کر سنتے گا۔ کچھ دیر بعد ”اچھا“ کہہ کر سلسہ منقطع کرتا ہوا ایڈیٹر کی طرف ہوا۔

سکتا تھا کہ کوئی چھپ کر ہماری گفتگوں رہا ہے۔“

”کرنل اپنی چھٹی جس کے لیے خاص طور پر مشہور ہیں جنبا۔“ دہ کسی بھیڑی سے ہی کی طرح شکار کی بوسوں تھے ہیں۔“ حمید نے جواب دیا۔

”یہی وجہ ہے کہ ایک محترم اچکاڑک پر زک دے رہا ہے۔“

غالباً فریدی کے کسی حادثے نے کہا تھا!“

”ہم ضرور نکالیں گے ضمیرے۔“ ایڈیٹر نے پر مسرت لہجے میں کہا۔ اگر نہ نکالا تو خسارے میں رہیں گے لیکن ایک ریاست چاہوں کا بیرون شاید وہ آدمی کو کجا ہی چھا جاتا جس نے یہ بات کی تھی۔“

ویسے اس کی سمجھیں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا پڑے چاہیے۔ ایس۔پی کے لیے اسے عالم کیا جائے۔“

”چلے ہی ہی۔“ ایس۔پی مسکا یا۔““ وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ایس۔پی نے حمید سے کہا۔““ وہ ہاتھ نہیں آسکا۔“

”اس کا پھر تیلان چھپے حیرت میں ڈال دیتا ہے۔“ حمید آہستہ سے بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ بھر اس لیٹرے سے ہے شان کرائی تھی تو اس کا مقصد کیا تھا؟“

خبر کے مطابق ریالٹی میں مردہ پلے جانے والے آدمی اور اس لیٹرے کے درمیان کوئی گھر اتھان تھا۔ یہ واقع بھی ظاہر کر دیا گیا تھا کہ بینک آٹ کیناڈر ایڈیٹر کو کرنل فریدی کا خط دیا تھا اور خود کرنل بھی ایسا پر وہ بھر جا پی تھی۔“ اس نے فریدی کا دو خط بھی بیش کیا۔

یک بیک فریدی نے مہندی کی قد آدم بارہ کے بیچے چلانگ لگائی تھی اور وہ دونوں بوكھلا کر اچھل پڑے بھر جو بھی دوسری طرف چلانگ لگائی تھی۔ اس نے فریدی کو جا بیل دیا تھا کہ قریب بھی۔ وہ اس طرف پیچتے گئے سنبھل دیا تھا جیسے سنبھل دیا تھا۔ اس نے کسی کو پہنچنے کی کوشش کی ہو میکن جماگے والہ جبار یواری چلانگتے وقت اسے ایک لات بھی رسید کر گیا ہو۔“

”لیٹر اپنے نکلا جا رہا ہے۔“ اس نے دوڑتے ہوئے جواب دیا۔““ جب تک حمید پہنچتا رہے فریدی بھری چھانکے گز جکھی تھی۔“

پھر ذرا سی دیر میں وہاں ایک جنم غصیر نظر آیا۔ رات کی دیوبنی والے اپنے اپنے دفاتر سے نکل آئے تھے۔

ایس۔پی حمید سے کہہ رہا تھا: مجھ تو احساس ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی چھپ کر ہماری گفتگوں رہا ہے۔“

”کرنل اپنی چھٹی جس کے لیے خاص طور پر مشہور ہیں جنبا۔“ دہ کسی بھیڑی سے ہی کی طرح شکار کی بوسوں تھے ہیں۔“ حمید نے جواب دیا۔

”یہی وجہ ہے کہ ایک محترم اچکاڑک پر زک دے رہا ہے۔“

کرنل فریدی کے کسی حادثے نے کہا تھا!“

”حید خون کے گھوٹ پی کر رہا ہے۔“ اگر ایس۔پی وہاں موجود کرنل اپنی چھٹی جس کے لیے خاص طور پر مشہور ہیں جنبا۔“

”ہر تا تو شاید وہ آدمی کو کجا ہی چھا جاتا جس نے یہ بات کی تھی۔“

ایس۔پی کے لیے اسے عالم کیا جائے۔“

بھروسہ تاجارہ معاصر کیک بیک اس نے سنپالا لے کر کھا۔ میں اسے
نندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ اتنا بڑا جنم۔
”خیر، ہر حال... میں تو نہ یہ کہہ رہا تھا کہ مجھے آدمی اس
دروازے پر فرنیں لگاتے رہیں اور اسے اور متوحہ ہو جائے گا!
بس اتنی بڑی دیر اسے الجملہ رکھتا ہے کہ میں اور یہ پہنچ جاؤں
دیلے خیال تو یہ ہے کہ وہ نکل ہی گیا ہو گا۔“
”میں کہہ رہا ہوں ناک بندی کی کڑی نگرانی کی گئی ہے۔“
انچارج کے لہجے میں بھروسہ تاجارہ پیدا ہو گئی۔

حید کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا۔ اس نے سوچا اگر دہ
اس کی سرکردگی میں پکڑ لیا تو کم از کم فریدی کو کبھی کبھی یہ دلانے
کے لیے تو ہو، ہی جائے گا کہ ایک بڑے جنم پر اس نے بھی
ہاتھ دلا تھا۔
دو آدمی دروازے کی دونوں جانب کھڑے کر دیے
گئے اور ہدایت کر دی گئی کہ وہ رائفلوں کے کندے سے دروازے
پر مارتے رہیں۔ حید جوتے اتار کر دلوار کے قریب آگیا تھا۔
دوسرا ہے ہی لمحے میں اس نے پاش پکڑ کر اور جڑھنا شروع کیا۔ اب اسے اندازہ ہو
گیا تھا کہ وہ کس جگہ سے فائز کر رہا ہو گا۔

وہ جھاڑیوں کی سرسریہٹ کے رہا تھا لیکن جھاڑیوں
پر فائز کرنے کیے اسے پتلکی اور اسے نکل آنا پڑتا پڑا پڑو
ت پہنچے ہی سن چکا تھا کہ جنم کے پاس مٹا گی جیسا ہمکہ ح
موجود ہے دیلے اس نے روپا لور تو نکال رہی یا تھا۔
یک بڑی اس نے روپا لور میں پر وال دینا اور بڑے
بڑے پتھر اٹھا کر دوسرا یہی میلے کی طرف اچھائے نکا۔ دوسرا
ہی لمحے میں اس نے غصیل آوازیں ایک گندی سی گالی سی لیکن
چک جواب نہیں۔

بھرٹاگی گن کے فائزوں سے جنگل کو بننے لگا۔ گولیاں
فریدی سے صرف دیر گزر کے فاصلے سے گزر رہی تھیں۔ اس نے
تیزی سے بائیں جانب بڑھنا شروع کیا۔ اب اسے اندازہ ہو
گیا تھا کہ وہ کس جگہ سے فائز کر رہا ہو گا۔

پکھ دور جل کر وہ بھر کر کا اور سینے کے بل رینگتا ہوا اسی
میلے پر جڑھنے لگا جس کی اور اسے فائزگ ہو رہی تھی۔ اسے
خدا شرعا کو کہیں عمارت کا حاصلہ کرنے والے دستے کے کچھ حوال
ادھر بھی نہ دوڑ پڑیں۔ ایسی صورت میں دشواریاں پیدا ہو سکتی
ہیں! اسے قطعی توقع نہیں تھی کہ اس طرف آنے پر جنم سے مذہب
ہو رہا ہے گی۔ وہ تو محض اس لیے آیا تھا کہ جدوجہد کا کوئی پہلو
باقی نہ رہ جائے۔ سر جادنے اسے عمارت کے تفافوں سے

متعلق سب پچھا بنا دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان سے ایک راستے
سرنگ کی شکل میں جنگل کی طرف بھی گیا ہے۔ دو اس راستے
سے گزر بھی چکا تھا لیکن حید اس سے ٹالم تھا۔ درستہ وہ بھی یہیں
بہنچنے پر جنگل ہی کا رخ کرتا۔

یک بڑی فائزگ بند ہو گئی۔ فریدی میلے پر تھنچ بچا تھا،
اس نے پیٹھے ہی میلے دوسرا جانب جھانکا لیکن ٹھیک اسی
دققت پشت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی آئیں،
فارنگ ذخیرہ کر دے پھر حید آگے بڑھا۔ اس پر خالوش
کھڑا رہا۔ حید نے تھانے کے دروازے میں ہاتھوں کو ایک
فائز کیا پھر کچھ دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ تھانے سے کسی
قسم کی بھی آواز نہیں آئی تھی۔

ایس پر اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ میرا
شیل ہے کہ یہاں آنسو گیس ہی کارا مہر ہو گئی دوڑنے مجھے لیتھنے
کو جیسے ہی کوئی اندر اترادہ فائزگ ذخیرہ کر دیا۔
”میں یہ عطرہ مولے سکتا ہوں۔“ حید نے بنے پر دائی
کے کھما۔

محمد چحت پر پہنچ گیا تھا لیکن نہ تو ابھی تک دروازہ لورتے
والوں کو دھکی ملی تھی اور نہ فائزوں کی آوازیں بھی سانی دی گیں
پوری عمارت کی دیران مقبرے کی طرح سنان تھی۔ وہ نیچے

کرنل فریدی طوفان کی سی تیز رفتاری سے اپنی گاڑی
وہاں تک لایا تھا۔ اسے اس محاضرے کی اطلاع دیئے
میں تھیں بھر بھی وہ تھیک اسی وقت وہاں پہنچا تھا جب
حید عمارت کی پشت پر انجارج اور اس پر قلعگو کمر رہا
تھا لیکن وہ ان کی طرف نہیں گیا۔ یہ معلوم ہوتے ہی کہ میں اسے
کوڈھانی گھنٹے گزر پکے ہیں، اس نے جنگل کی طرف دوڑنا شروع
کر دیا۔

تقریباً دیر ہر فلانگ تک دوڑتے رہنے کے بعد اس
کی رفتار کثیت ہو گئی اور بھر دہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔
یہاں چاروں طرف جھاڑیوں سے دھکے ہوئے چھوٹے چھوٹے
ٹیکھرے پڑتے تھے۔

وہ ایک جانب نیش میں اترتا چلا گیا لیکن جیسے ہی ایک
میلے کے قریب رکابی ہوئی جھاڑیوں سے آواز آئی۔ ”خبردار!
میرے ہاتھ میں مٹا گیں ہے۔“
فریدی نے بے تھاشہ چلانگ لگائی اور قریب ہی کے
دوسرا سٹلے کی اور اس میں جا گرا۔

”میری موجودگی میں نہیں۔“ اس پر کا ہو گیا تھا۔
یک بڑی حید نے اندھی نر جوں پر قدموں کی چاپ
سے کھڑی تیزی سے کھسک کر ایک بڑی ہوتا ہو اسی پر کی
طرف ٹڑا۔ اس کی انگلی ہو ٹھوٹ پر تھی۔ اس پر کی نہیں
کو ہوشیدار ہے کہ اشارہ کیا۔ وہ میزول اور کرسیوں کی اڑ سے
پنڈیشن لیتھے گی۔ اسی پر بھی فرش پر اچھرے ہوئے وہنے
کی دوسری جانب گھرا ہو گیا تھا۔

دفعہ ایک نقاب پوش دروازے میں نظر آیا۔ وہ خالی
تھا تھا۔ حید نے روپا لور والا ہاتھوں کے ٹھکڑے کھا۔ ”غیر دار“
”بُرائی بات ہوئی“ تھا۔ نقاب پوش کے غائب سے آواز ایسی
”یہ خیر سمجھے“

حید لوٹھا گیا کیونکہ آواز فریدی بھی کی تھی۔ اس پر کی
بھی سامنے آئی۔ نقاب پوش اسکے پیچے جھوٹل رہا تھا۔ شیل وہ
بہت زیادہ زخمی ہو گیا تھا۔ سر سے بہت ہوئے خون کے دھنے
تو سارے پیڑوں پر نظر آئے تھے۔
فریدی نے اسے دھکا دیا اور وہ باہر نکل کر فرش
پر آپرا۔

”آپ کہاں؟“ اس پر بھروسہ کارہ گا تھا۔
”ایک منٹ کی بھی دیر ہوئی تو تم اس کی گرد کو جی سے
پا سکتے۔“ فریدی نے کہا۔

کانشیوں نے نقاب پوش کو تھیرے میں لے لیا تھا۔
فریدی نے چند لئے اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔ ”
خانے سے ایک سرنگ جنگل کی طرف بھی گئی ہے۔ یہاں پہنچنے
پر جب شمعیہ علوم ہو اک عاصرہ دھانی گھنٹے بے جاری ہے
تو مجھے لیتھنے ہو گیا تھا کہ وہ نکل گیا ہو گا لیکن بھر بھی ہیں احتیاطاً
دیکھ چلا گیا تھا جہاں سرنگ ختم ہوئی ہے اور سکتا ہے کہ
تر غلیوں سرنگ کا راستہ کلاش کرنے میں دیر بھی ہو دینے سے اتنا
اعتنی تو نہیں ہو سکتا کہ دھانی گھنٹے تک یہاں پر اونکتا ہے تھا۔
”یہ کے کون؟“

میں نے تو ایسی بھکتیں دیکھا۔ فریدی نے بے پر دائی
سے خالوں کو پہنچ دی۔

پھر جیسے ہی ایک کانشیوں نے اس کے چھر سے نقاب
ہٹایا حید سے ساختہ چڑھ پڑا۔ بھروسہ
میزول فلبازیا نہ خون بے جانے کی وجہ سے ہوش
ہو گیا تھا۔

اتر گیا۔ دروازے پر اب بھی رائفل کے کندے نہیں رہے تھے!
اس نے بڑی تیزی سے ایک ایک کرہ دیکھنا شروع کیا، بھر
مال میں آیا۔ تھانے کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ تو وہ تھانے ہی میں
ہو گا۔ اس نے سوچا لیکن ہٹہ نہیں تھا خلائق میں اترنے کا خطرہ
نہیں مول لینا چاہتا تھا۔

مال کے سارے دروازے باہر سے بھی بولٹ کیے جائتے
تھے۔ اس نے بڑی پھر تیزی سے انہیں بند کیا اور بھر اسی دروازے
کی طرف پلٹ آیا جس پر اب بھی رائفل کے کندے برس رہے تھے!
”ٹھہر جاؤ!“ اس نے بلند اور زمین کہا اور دروازہ کھوٹے
لگا۔ دروازہ کھلتے ہی انجام او را ایس پر اس کی طرف بھیپھے۔

”وہ شاید تھانے میں اتر گیا ہے؟“ حید نے کہا۔
ایس پر کی سے وہاں کسی تھانے کی موجودگی پر حیرت
ظاہر کی۔ فریدی نے سرچاد والا محاملہ اپنی اور حید کی ذات
لیکھ دوڑ کیا تھا۔

پھر وہ کوئی فیصلہ کرنے ہی وہ اسے کہ جنگل کی طرف سے
ٹھانی گن کے فائزوں کی آوازیں آئیں۔
”یہ کیا مہیبیت؟“ انجارج مٹر کر انہیں بھارت نے لگا۔
سورج غروب ہوئے والا تھا۔
”تم کچھ جوانوں کو لے کر ادھوڑا!“ اس پر کی نے اس سے
کہا۔ ہم ادھر لیتھتے ہیں!“

”اگر وہ جنگل میں پہنچ گیا تو اچھے چاڑچپ چاپ نکل ہی کیوں
نہیں گیا؟“ حید پر بڑا یا۔

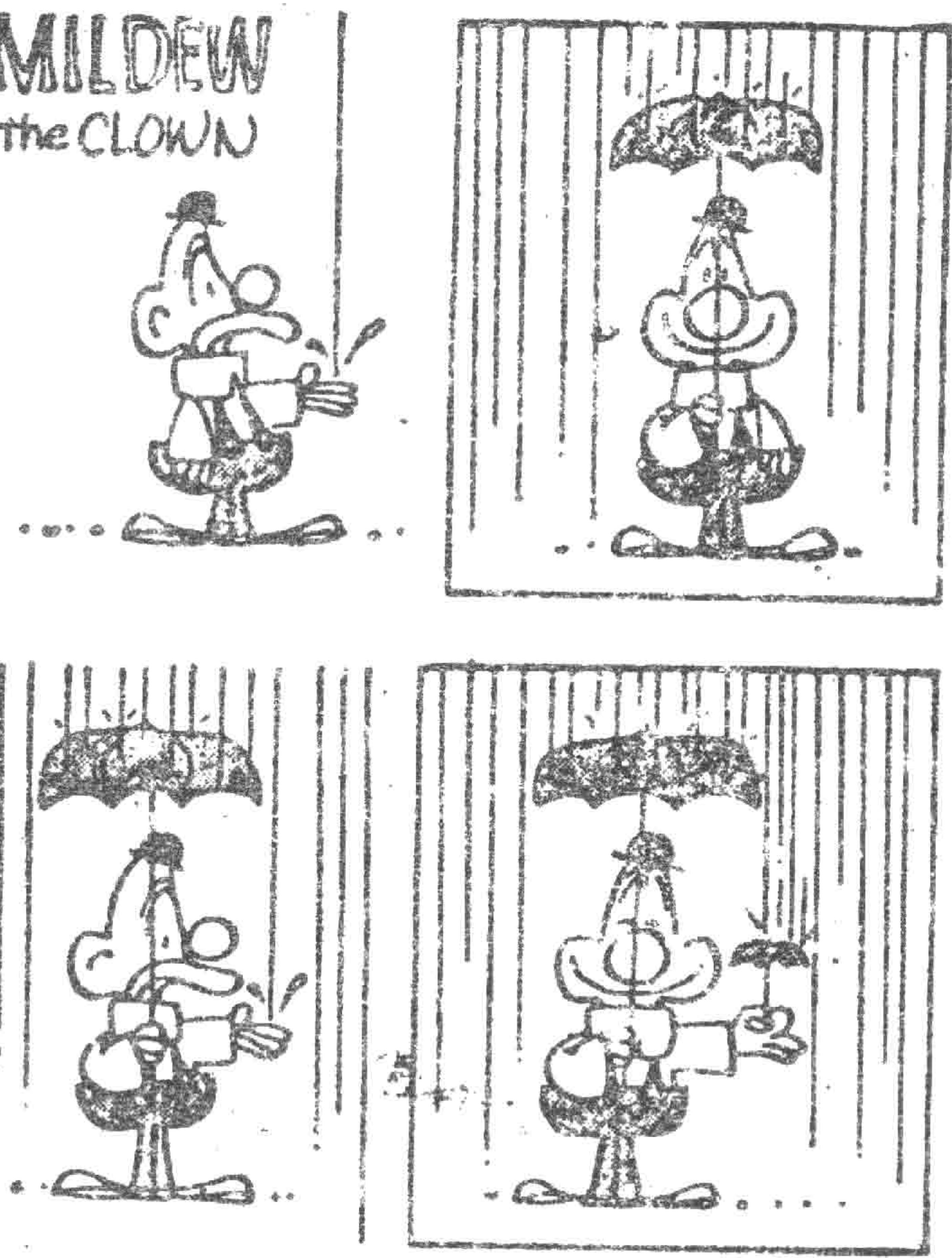
”چلو... چلو!“ خود و فکر کا دقت نہیں ہے۔ اس پر کی
دروازے میں داخل ہوا ہو بالا۔ آنکھوں میں کانشیوں کی ان
کے ساختہ تھے۔ وہ مال میں آئے اور بھر دک گئے۔

غالباً اس پر بھی سورج رہا تھا کہ کہیں وہاں حادھن
فارنگ ذخیرہ کر دے پھر حید آگے بڑھا۔ اس پر کی خالوش
کھڑا رہا۔ حید نے تھانے کے دروازے میں ہاتھوں کو ایک
فارنگ کیا پھر کچھ دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ تھانے سے کسی
قسم کی بھی آواز نہیں آئی تھی۔

ایس پر کی اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ میرا
شیل ہے کہ یہاں آنسو گیس ہی کارا مہر ہو گئی دوڑنے مجھے لیتھنے
کو جیسے ہی کوئی اندر اترادہ فائزگ ذخیرہ کر دیا۔

”میں یہ عطرہ مولے سکتا ہوں۔“ حید نے بنے پر دائی
کے کھما۔

111



اسے دیں بلوالیا۔ جہاں وہ سر سجاد کی تیارواری میں ہوتی تھی سر سجاد حاکم رہا تھا۔ اس نے خفیت مکراہٹ کے ساتھ اسے خوش آمدید کیا۔

رضوان نے غصیل پھر جس کہا۔ مجھے آپ سے شکایت ہے کیا؟ اب مجھے بتا دیجئے رہے لیکن اشارتاً بھی کہی مجھے بتایا۔

”یہ سب بچوں کو سر سجاد خود ہی دیکھتے اور برداشت کرتے رہے ہیں۔“ محمد نے کہا۔

”ختم کرو۔“ سر سجاد رہا تھا۔ حاکم رحیف کی آواز میں بولا۔

”اس کا نہ کرو۔“ بھی یہ مرے لئے تکلیف دہ ہے۔

محمد نے مسکا اور رضوان کی طرف دیکھا اور پھر سر سجاد سے پوچھا۔ کبھی آپ کو محیر سعید پر شرمی ہوا تھا؟“

”جگر گز نہیں! میں سونتی بھی ہیں۔ سکتا تھا۔“

”آخر اس نے آپ پر قابلانہ حملہ یوں کرایا؟“

”وہ کیا کہتا ہے؟“

”اس نے آپ کے محلے میں تعلقی طور پر زبان بند کر لی ہے۔“

”اوہ تو پھر مجھے خود ہی دیکھنا پڑے۔“ کوئی ایسا کیوں ہوا تھا؟“

ثابت ہو گا۔“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”دیکھو۔“ فریدی نے بے پر دلی سے کہا اور اخونا۔

اُسی شام کو محمد نے سوچا۔ اب رضوان نے ضرور ملنے چاہیے۔ ہو سکتا ہے اب اس کی قبولیت رفع ہو گئی ہو گئی۔

ہے اب بسو رتے ہوئے ہونٹوں پر مسکاہٹوں کی لرزشیں دیکھائی دیں۔

اس کے خدا خال بڑے دلکش تھے لیکن علم کی پوچھائیاں اپنیں بگاڑ کر رکھ دیتی تھیں۔

کوئی میں پہنچ کر اسے معلوم ہوا اور رضوان نے بے پر دلی کو سر سجاد کی خواب گاہ میں اٹھا لے گئی تھی۔ اطلاع دیئے دلے ملائم نہ ایسے تشویش گئی لیکھیں اس۔ نہ کرو کیا تھا جیسے غم کی زیادتی کی وجہ سے اس کی دانت میں رضوانہ کا دماغ، ہی خراب ہو گیا ہو۔

بادی انظر ہیں بات تھی بھی اچھی تھی۔ حللا بیمار ملائم کو ماں کی خواب گاہ نے کیا سروکار جب کہ سرڈش کو اور پرہی خلاصے آدم وہ تھے اتنی انسانیت عوائق بے چاروں نے بڑے بڑے افسوس والوں میں بھی نہیں دیکھی تھی۔

محمد نے اپنی آدم کی اطلاع اندر سمجھو گئی اور رضوان نے

”شاید تین دن ہوئے گیا تھا۔“

”وہ بہت بیار ہے! گھٹھیا اور نہ سر بکریک ڈاؤن کا حلا ایک ساتھ ہوا ہے۔ جل پھر نہیں سکتا۔ اپنی بھی کوئی ری تھیں توت اڑاوی کے لوگ بھی پاٹل ہو سکتے ہیں۔“

”مگر اب کیا دشواری ہے اُسے خاہر کرنے میں؟“

”رضوان کو مجبور آبتابا دیا گیا ہے لیکن وہ اب تک نوکری کے میک اپ ہی ہے۔ میں فی الحال اس کی خوبی صحت کی بناء پر مناسب نہیں بھگتا کہ اس کا راز خاہر کیا جائے۔ بڑی پھر اکٹھا ہو جانے کی اس کے گرد اور بھری دلیے بھی بڑی غیر و اشمندانہ حرکت ہو گئی کیونکہ ابھی تک اس کے سلسلے میں ملزم نے اقبال جنم نہیں کیا۔ میں خود بعض نئی انجمنوں میں پڑ جاؤں گا!“

”پھر آخر وہ کیسے اقبال جنم کرے گا؟“

”جنم میں جائے۔“ فریدی بھجن گلا گا۔“ تم سے تو اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ اس لیٹرے ہی کو دھونڈ لانا لوگ۔“

”اے بھی آپ ہی دھونڈ لیاں گے۔“ محمد نے بڑا سا

مشترک بنایا۔ میں اگر کبھی بھج کرنا بھی چاہتا ہوں تو اب گویا سامان۔ ہی سے پیک پڑتے ہیں۔ اب محیر سعید ہی کے معلمے کے پیچے، میں تو سمجھا تھا کہ میں ہی ہاتھ ماروں گا مگر تھانے سے برآمد ہوئے آپ۔ اگر آپ نے مجھے سرٹنگ کے متعلق بتا دیا ہوا تو کیا حرج تھا؟“

”خیال نہیں رہا تھا! میں تواب وہ لیٹرا ہی آخری کا روپ ہے۔“

”بچھی شام آپ اس کے پیچے گئے تھے۔ وہ ہماری

گستاخوں چکا ہے اس لیے شاید ہی ہاتھ آسکے مگر اب وہ بیک میل کے کرے گا؟“

فریدی بچونہ بولا۔ وہ سگار سگار رہا تھا لیکن کھڑے نظر کے آثار اب بھی اس کے پیچے پر نظر آ رہے تھے۔

”کیا سر سجاد کو محیر سعید کے متعلق معلوم ہو چکا ہے؟“

”ہاں رضوان کی حماقت سے ایس نے تو جا رہا تھا کہ اسے ابھی نہ بتایا جائے۔ سنتے ہی غشی کا دورہ پڑ گیا تھا۔“

محمد پھر خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ واقعی اس سے بڑی بے لبی اور کیا ہو گئی کہ جنم ہاتھ آگئا ہے لیکن کسی خاص معاملے میں اس کے خلاف کوئی ثبوت ہم نہیں پہنچایا جا سکتا۔

”تو گویا یہ کیس صحیح معنوں میں آپ کی ذہانت کی ہی ہے۔“

فریدی کے ہنٹوں پر تلخ سی مکراہٹ مٹتی۔

دوسرے دن صبح کے اخبارات کے لیے بہترے لوگ مارے مارے چڑھتے تھے کیونکہ پریس سے باہر آنے کے بعد ہر اخبار کی کاپیاں ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر فروخت ہو چکیں۔

وہ ہر چور پکڑ لیا گیا تھا جس کی وجہ سے بینک آف کیناڈا کی دلکشی کے بعد شہر میں دہشت پھیل گئی تھی۔ اس کا لالیت کار اس ایسا تھا کہ ان دونوں بینکوں کے آس پاس کی عمارتیں خالی ہوئی شروع ہو گئی تھیں اور دولت منڈپ تھے تو بڑی طرح سہما رہا تھا۔

اخبارات نے کرنل فریدی کے اس کارنے پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی تھیں لیکن خود کرنل فریدی کی پیشانی پر تفکر کی گئی تھی کیونکہ اب بھی موجود تھیں۔

محیر سعید کی کوئی سے بہت زیادہ قوت والے تین ڈائسٹریٹ بھی برآمد ہوئے تھے اور مختلف قسم کی منشیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بھی ہاتھ لگا تھا اور یہ بات پائی شہر کو بہنچ گئی تھی کہ اس کے بڑیں میں منشیات کا ناجائز کاروبار بھی شامل تھا!

”پھر آب آپ کس نکری میں ہیں؟“ محمد نے اس سے پوچھا۔

”میں کیسے ثابت کروں کہ بینک آٹ کیناڈا کی دلکشی میں کاہا تھا۔ انتہائی تشدید کے باوجود بھی اس نے اس کا اعتراض نہیں کیا۔“

”اوہ وہ ڈائسٹریٹ؟“

”ہاں اوہ مانی گن، وہ ڈائسٹریٹ اور منشیات کا وہ ذخیرہ... بھی بچھے ہے میں یہ چیزیں اسے چھانتی کے تھے تک نہیں پہنچا سکتیں۔ مانی گن کی فائرنگ سے کوئی زخمی نہیں ہو سکتا تھا۔“

”آخر وہ سر سجاد کی کوئی میں کیا کر رہا تھا؟“

”اس کا جواب بھی نہیں دیا اس نے اور نہ بھی لیم کرنے پر تیار ہے کہ اس نے سر سجاد کو قتل کرایا تھا۔“

”اوہ سر سجاد مگر کیوں وہ سامنے آئے سے گزی کر رہا ہے؟“

”ایم ار اخیال ہے کہ اخبارات بھی اس سلسلے میں خاموش ہیں۔“

”تو گویا یہ کیس صحیح معنوں میں آپ کی گھر؟“

”تم کب سے نہیں گئے اس کے گھر؟“

ڈیڈی خدا کے بیٹے ابھی خود کو الجنوں میں نہ ڈالیجئے
رضوانہ نہ کہا۔
سر سید گھشون پر ہاتھ دکھ کر کراہ۔ دہ چت لیٹا ہوا تھا،
اویسیر سکور رکھتے۔
”دیکھو! اب بی پر کبھی پھیلتے بھی ہیں یا نہیں بسا سر سجاد
کو اماں خدا حم کرے جو پر۔“
”ادہ تو گیا پر ہیں پھیل کتے؟“ حمید نے عزت سے کہا۔
”قلعی نہیں، اس سے پہنچ کبھی مجھے اس قسم کی کوئی شکایت
نہیں ہوئی۔“

”ڈاکٹر کا خیل کیا ہے؟“
”خدا سے بھی حیرت ہے نہ کہ اچانک اس مرض کا حملہ
کیے ہوا۔ جب کچھ ہے سے علامات بھی نہ ہو نہیں تھیں۔“
”ذیلی بھی! بھوک تو نہیں لگی، رضوانہ نے پوچھا۔
”ہاں کچھ ہے تو مگر صرف سورہ!“
رضوانہ کمرے سے جل گئی۔ حمید خاموش بٹھا رہا۔ کچھ دیر
بعد اس نے کھماٹ بھجوں میں آتا کہ وہ جان سیخلی پر رکھ کر
کوئی ہیں کیوں گھا سا چاہب کہ ایک بار پہنچ بھی وہ دہانی میرے
ٹھکے دو آفیسروں سے تکڑا کا تھا۔
”کیا اس سے پہنچے گی؟“ سر سجاد کے بیچے میں حیرت سے تھی۔
”بھی ہاں! یکاکنل نے آپ کو نہیں بتایا؟“
”بھی نہیں۔“

حمد نے طاہر اور زیدی والا داؤ فر وہ را بیا اور سر سجاد کو
دیر بعد تو ہو۔ سید کتوں کا بڑا اجھا ٹریزہ ہے۔
”خدا اور کیا کہانی سننے کے بعد بھی اپ کافہ ہیں میجر سید
کی طرف نہیں گیا تھا۔“
”ہرگز نہیں۔ بھجوں جاتا۔ اسی تو کوئی بات ہی نہیں
تھی۔ میں ہمارا کچھ بڑش ایسا صدر ہے جس کے معاملات کی
روزے ایک دوسرے کے دراثا حصہ نہیں ہو سکتے مگر یہ تو
ایک بُرا تھا، یا ہمیں کچھ عوامی تھا۔ ہم دوہی ہی جو نئے کے شانی ہیں
ہم میں تو محولی محولی بالوں پر ہار جیتے ہوئی رہتی تھی۔
”اسے دیغیوں سے تو دیپتی نہیں تھی۔“

”کیمی؟“
حمدی جواب میں کچھ بھینے ہی والا تھا کہ دفعہ رضوانہ دوڑتی
بھوئی گمرے ہیں داخل ہوئی۔

”وہ... وہ... کیپٹن! رضوانہ بُری طرح ہانپر ہی
تھی۔“ وہ بھر لائبریری میں خود ہے۔
”کون؟“ حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
”وبی لیٹرا!“
”ادہ“ حمید دروازے کی طرف چھٹا۔ رضوانہ بھی اس
کے ساتھ تھی۔ سر سجاد اسے آوارہ بھی دیتا رہا۔ دہلوں
ساتھ بھی لاٹبریری میں داخل ہوئے لیکن آج بھر حمید غیر مسلح
ہی تھا۔
”لیٹرا بُسے خوشنا اسائل میں ان کی طرف مڑا۔“
”آج آپ غالباً توب باندھ لائے ہوں گے کپٹل ٹھہریا۔“
اس نے تھیک آمیز انداز میں ہنس کر کہا۔
”میں آج بھی ہستا ہوں میں تم بھی کہ نہیں جا سکو گے۔“
”اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا جس طرح وہ سارے
شہرت میرے پاس آئے تھے اسی طرح وہ اب ایک نیسیرے
آدمی کے پاس ہیں۔ تم بھی گولی مار دو، کل سے وہ تمہارے
بیچھے لگ جائے گا اس لیے عقل منہ بنشنے کی کوشش کرو۔“ وہ روز
اگر قمی نے اس سرکاری جاوس کا ساتھ دے دیا تو تم جہنم
رسید ہو جاؤ گے۔ گولی چلا کر بھی دیکھو لو۔ میں یوں ہی اتنے
خطرات ہیں مول لیتا اکیا سوچ رہے ہو۔ اس بے چاری لڑکی
کو تو جانے دو مگر شاید تمہارے دل پر بھی تمہارے لباس
ہی کا سای پڑ گا ہے۔“

”لیٹرا بُس کھسکتا ہو اپناراہی کے قرب ہلاگی
تھا۔ بیان پاہنہ پہنچے لے جا کر اس نے کسی میکرزم کو حرکت
دی اور گمرے کے وسط میں فرش پر ایک بُری کی ملانظر
آنے لگی۔ بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جسے فرش کا ایک لکڑا
بہت آہنگی سے بچنے دھستا چلا گا ہو۔“
”چلو!“ لیٹرا بُس خراپا۔ چپ چاپ بچے اپنے اتر جاؤ۔
”تم میںوں!“
رضوانہ بُری طرح کاپ رہی تھی۔ اسکے بڑھنے میں لیٹرے
ہی نے پہلی کی۔ اس کے اندازے ایسا معلوم ہو رہا تھا
جیسے اسے یہاں اس تھانے کی موجودگی پر صرفت ہوئی ہو۔
”پرو اہم ت کرو!“ حمید نے رضوانہ سے کہا۔ ”چلو...“
وہ خود کو متعدد یا پریشان نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا۔
سامنے ہی زینے دکھانی دیے جن پر اچھی خاصی روشنی تھی۔
لیٹر اسکے تھا اس کے بیچے رضوانہ تھی اور بھر حمید۔ لیٹرا بُس
کہتا جا رہا تھا۔ تمہاری خدا را لیغز شہیں موت کے مٹہ

لے جائے گی لہذا زیادہ چالاک بننے کی کوشش مرکنا۔
بنچے پہنچ کر لیٹرے نے کہا۔ بس اب جاؤ۔ اس نیسیرے
آدمی کو تلاش کرو۔
”تمہیں بتانا پڑے گا کہ وہ کہاں ملے گا؟“ لیٹرا بُس ا
خراپا۔ تم بھی بفت نہیں کو سکتے۔“
حمد چاروں طرف بیگستان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
اس نے لیٹرے کو کہتے سننا سو دا کرو... یہی بہتر ہے کا
تمہارے لیے جلدی کرو۔ یہی بہتر ہے وہ تھوڑی ہی فریز
میں گرنل فریڈی یہاں ہو گا۔ ادہ... ہاہا... آہی گیا۔“
لیٹرا بُس بو کھلا کر زیوں کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا
کہ لیٹرے نے اس کے رلوی اور پرہا تھڈاں دیا۔ رلوی اور دور
جاگر اور لیٹرا بُس اس سے پیٹ پڑا۔ حمید نے رلوی اور پرہ
قبض کر لیتھے میں دیکھیں لگائی۔
”حاڑ رضوانہ تم ڈیڈی کے پاس جاؤ!“ حمید نے کہا۔
”ہاہا... دیڈی!“ لیٹرے نے ہتفتہ لگایا۔ اس نے
لیٹرا بُس کو فرش پر گزدیا تھا اور اب کوشش کر رہا تھا
کہ اس کی لیٹرا بُس نوچ چینکے۔
”ڈیڈی!“ رضوانہ کی چیخ بڑی دل تراش تھی۔ لیٹرا
پہنچے سے انک ہو چکی تھی اور سر سجاد لیٹرے کے بچے دیا
ہوا بُری طرح ہانپر رہا تھا۔
”ہاں دیڈی! جو گھنیا کے مریض نہ بے چارے،
چلنے پھرنے سے معدود رہا جبکہ جرم پر پروفٹ انڈے کے
لیے شاید یہیں بھی موت کی نیند سلانے سے گورنر نہ کرتے۔
”اس... سمجھو تو... گرلو۔“ سر سجاد ناپنچاہا تو ہوا
لیکپٹن حمید تمہارے لیے بھی خطرناک ثابت ہو گا۔
اس پر حمید نے ہتفتہ لگایا اور رلوی اور کو جھنکا دیتا ہوا
ابو لٹا اگر کسی نے اپنی جگہ جبیش بھی کی تو تکھوڑی میں
سودا نہ ہو جائے گا۔“
اس کا ذہن گواہ ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ اس نے رضوانہ
کو چکرا کر گئے دیکھا لیکن اسے ذرہ برا بر بھی پرداز ہوئی۔
وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اب عین موت پر فریڈی نہ آپنے لیکن
اسے سوچا۔ اگر ان دونوں کو کیسے قابو میں کیا جائے۔
”دیکھا تم نے دیکھا۔“ سر سجاد ناپنچاہا تو ہوا
بجو۔ پہنچے اس سے پشوٹ بھر ہم مطمئن ہوں گے۔ میں تھیں۔
خوش... کروں گا۔“

کھڑا تھا۔ وہ غالباً بُری الاراری کے بیچے سے نظر اتھرے
پر صرف انہیں کی جگہ دوسرا نہ نظر آ رہے تھے۔
”تم سب پا تھا اٹھاؤ!“ اس نے گنج وار آواز میں کہا۔
حید اور رضوانہ کے ہاتھ بھی اٹھ گئے۔
”تم کون ہو؟“ حید کی زبان سے ساختہ نکلا۔
”بکومت اویار کی طرف فٹہ کو کھڑے ہو جاؤ،“
”کیا بیکھ ہو؟“ حید انکھیں نکال کر دیا۔
”دھیرج کپتان صاحب!“ لیٹرے نے آہستہ سے کہا
اور سچرا معلوم آدمی سے بولا۔
”تم کیا چاہتے ہو؟“
”تمہاری موت!“
”اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا جس طرح وہ سارے
شہرت میرے پاس آئے تھے اسی طرح وہ اب ایک نیسیرے
آدمی کے پاس ہیں۔ تم بھی گولی مار دو، کل سے وہ تمہارے
بیچھے لگ جائے گا اس لیے عقل منہ بنشنے کی کوشش کرو۔“ وہ روز
اگر قمی نے اس سرکاری جاوس کا ساتھ دے دیا تو تم جہنم
رسید ہو جاؤ گے۔ گولی چلا کر بھی دیکھو لو۔ میں یوں ہی اتنے
خطرات ہیں مول لیتا اکیا سوچ رہے ہو۔ اس بے چاری لڑکی
کو تو جانے دو مگر شاید تمہارے دل پر بھی تمہارے لباس
ہی کا سای پڑ گا ہے۔“

”لیٹرا بُس کھسکتا ہو اپناراہی کے قرب ہلاگی
تھا۔ بیان پاہنہ پہنچے لے جا کر اس نے کسی میکرزم کو حرکت
دی اور گمرے کے وسط میں فرش پر ایک بُری کی ملانظر
آنے لگی۔ بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جسے فرش کا ایک لکڑا
بہت آہنگی سے بچنے دھستا چلا گا ہو۔“
”چلو!“ لیٹرا بُس خراپا۔ چپ چاپ بچے اپنے اتر جاؤ۔
”تم میںوں!“
رضوانہ بُری طرح کاپ رہی تھی۔ اسکے بڑھنے میں لیٹرے
ہی نے پہلی کی۔ اس کے اندازے ایسا معلوم ہو رہا تھا
جیسے اسے یہاں اس تھانے کی موجودگی پر صرفت ہوئی ہو۔
”پرو اہم ت کرو!“ حمید نے رضوانہ سے کہا۔ ”چلو...“
وہ خود کو متعدد یا پریشان نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا۔
سامنے ہی زینے دکھانی دیے جن پر اچھی خاصی روشنی تھی۔
لیٹر اسکے تھا اس کے بیچے رضوانہ تھی اور بھر حمید۔ لیٹرا بُس
کہتا جا رہا تھا۔ تمہاری خدا را لیغز شہیں موت کے مٹہ

115

وہ سب کچھ یقینی طریقے سے اس کے ساتھ کوئی حقیقی میں رہا ہو گا۔ اسے دُر تھا کہ بھیں وہ کاغذات یوں میں کے باقاعدہ لگ جائیں۔ لہذا وہ جان پر کھل کر عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ میکن وہ شخص جس کے کتفے خردی اور طاہر پر حمل کیا تھا، مجھ سید ہرگز نہیں تھا۔ خود سر سجاد تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مجھ سید کو علی میں داخل ہونے کی کوشش ضرور کرے گا۔ اس نے کوشی کی تحریکی ہوئی چاہیے۔ اس کا اندازہ درست ہی نکلا تھا کہ وہ طاہر اور سید سے مکرانے کے بعد نکل جلنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے بعد سید آپھا۔ اس نے شخص دھکنے ہی کے لیے ٹائی گن سنبھال رکھی تھی۔ اگر وہ چاہتا تو مجھے چھار ہزاروں میں ختم ہی کر دیتا ہیں اس نے صرف دعمنا کرنے کے لئے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ جب میں کھانا کھا کر خود ہی کرتا ہوئے ہو گیا تھا پھر بھی اس نے فیری ذات سے ہمچوں بھیں مگر شاید وہ ان دونوں منے گرے کے چالنسے کے لئے میں بہت زیادہ محنت لڑا کر ہو گیا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو مجھے تیار کرایا گیا۔ اگر بینیک پڑوا کاہی پڑا تو مگر وہ کے آدمیوں کو اس کا دقت نہیں معلوم ہو سکتا کہ فکر کس لیے تیار کرایا گی۔ اگر بینیک پڑوا کاہی پڑا تو مگر وہ کے آدمیوں کو خود ہی کرتا ہے۔ دوسرے طرف باہر کے انتظامات کے لیے ہوتے ہیں۔ عموماً انہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں جو کام لیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ تو مجھے ہو جانے کے بعد ہر پتا چلتا ہے کہ سربراہ یکم گورنر۔ بہر حال جب ہمارے ہی علیکے سے یہ بات بھیلی کر بینیک میں ڈال کر مارنے والا ہے تو فروں سے نکلنے کی بہت نیکی۔ وہ پھر مجھے ہوئے تو مجھے چاراٹھکانے لگادیا گی۔ اسی نے مجھے گرودہ کے دوسرے آدمیوں کے بارے میں بھی بتایا تھا اور وہ سب میری نظروں میں تھے میکن سرگروہ تواندھر ہے ہی میں تھا۔ آپ اس آدمی سر سجاد اتنے باتوں میں لگا تھا ملک دہ بیکری خیری ہی تلاش میں نکلا تھا۔ اس نے مجھے اپنی کھانی سنائی اور اس وقت کوئی دوسری بھی کوئی اس پر یقین نہ کر لیتا۔ اب آئیے مجھ سید کی طرف اور میکن اس کو جو اندر ٹریننگ ہو عام گرودہ سے الگ ہی رکھتا تھا اور سربراہ آدمی کو جو اندر ٹریننگ ہو عام گرودہ سے الگ کے کھلاف بھتیرے ثبوت تھے اور اس نے اسے بینیک میں کی تلاش رہتی تھی انہیں یہ اس لیٹرے کو بھی سمجھ یہی جو انوکھے انداز میں اپنی پاسٹی کر رہا تھا۔ مفہمدہ ہی تھا کہ اس تک جا پہنچے۔ لیکن ایک بار سدلہ جنیانی ہوتا اور میرا ہاتھ اس سے کی گردن تک پہنچ جاتا۔ میں تو اس آدمی کے قتل کے بعد بھی ڈالا پڑھی گیا۔ میں مجھتا تھا کہ اب وہ اس کی بہت نہیں۔ اور میرے دن فریدی اپنے علیکے کے اس پیسے کے کھردہ تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہوئی تھیں نہیں۔

فاضلیں اپنے دخون کو شکار کے ذریعے قتے شناختا تھا۔ کچھ دوست اپنے شکار پر لے گئے۔ سب نے فاضلیں سے کہا کہ وہ اپنے ناڈیاڑی کے جھر دکھائیں۔ اپنے بندوق جھسانا تو ناشد خطا گیا اور غافل اور گئی۔ تاہاں کل شرمندہ ہوا جو اس اڑتی ہے۔ غافل کی درعا شاہزادہ کے یہ قوت سے کھڑے ہوئے۔ یہ پھر واقع ہے کہ میں ایک مری ہوئی مرنبا کو تھے، تو اسے دیکھ رہا ہوں۔“

سوچا کہ کسی دوسرستہ کو چانس کر خود اس چکر سے آزاد ہو جائے اس کے لیے نظر انتاب پھر سید پر پڑی تھی۔ میں یہ تو متابول کی مدد ہی اور سر غنہ کا طریقہ کار معلوم ہوتے ہیں لیٹرے کا کارول کی مدد ہے۔ اس لیٹرے کے روپ میں سر سجادی کوئی ہوئے نہیں۔ اسیں اس لیٹرے کے گروہ کے لوگ زیادہ تر بارہم کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ سربراہ کے لیے معلومات فراہم کرے۔ مثلاً بینیک آف کیناڈ اکانٹس اسی نے تیار کیا تھا اور نکاسی کے راستوں مانعین بھی کیا تھا۔ یعنی وہ نقشہ اسی قسم کا تھا کہ اگر بینیک کو چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا ہے بھی ڈال کا یقینی طور پر پڑتا اور رودہ لوگ صیغہ دسلامت نکل بھی جاتے اور پھر اس پر پڑتا اور رودہ لوگ صیغہ دسلامت نکل بھی جاتے اور پھر اس نے مجھے بتایا کہ وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ فکر کس لیے تیار کرایا گی۔ اگر بینیک پڑوا کاہی پڑا تو مگر وہ کے آدمیوں کو اس کا دقت نہیں معلوم ہو سکے گا کیونکہ سربراہ اصل کام خود ہی کرتا ہے۔ دوسرے طرف باہر کے انتظامات کے لیے ہوتے ہیں۔ عموماً انہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں جو کام لیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ تو مجھے ہو جانے کے بعد ہر پتا چلتا ہے کہ سربراہ یکم گورنر۔ بہر حال جب ہمارے ہی علیکے سے یہ بات بھیلی کر بینیک میں ڈال کر مارنے والا ہے تو وہ بے چاراٹھکانے لگادیا گی۔ اسی نے مجھے گرودہ کے دوسرے آدمیوں کے بارے میں بھی بتایا تھا اور وہ سب میری نظروں میں تھے میکن سرگروہ تواندھر ہے ہی میں تھا۔ آپ اس آدمی سر سجاد اتنے باتوں میں لگا تھا ملک دہ بیکری خیری ہی تلاش میں نکلا تھا۔ اس نے مجھے اپنی کھانی سنائی اور اس وقت کوئی دوسری بھی کوئی اس پر یقین نہ کر لیتا۔ اب آئیے مجھ سید کی طرف اور میکن اس کو جو اندر ٹریننگ ہو عام گرودہ سے الگ ہی رکھتا تھا اور سربراہ آدمی کو جو اندر ٹریننگ ہو عام گرودہ سے الگ ہی رکھتا تھا۔ گروہ میں اسی وقت شامل کر رہا تھا بلکہ بینیک آف کیناڈ کی دیکھی کا جنم بھی وہی ثابت ہوا تھا۔ اس کی شہری کوئی ہمچوں کے تھانے سے سونے کی ایسی ایسٹیں برآمد ہوئی تھیں جس پر بینیک آف کیناڈ اکی مہریں تھیں۔ شاید اسے انہیں پکھلا کر کسی دوسری شکل میں بتدیل کر دینے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ وافر تعداد میں غیر ملکی کرنی بھی برآمد ہوئی تھی اور یہ بھی بینیک آف کیناڈ اکی ملکیت تھی۔

اس سے پہنچنے کا حرف ایک ہی طریقہ ہے سجاد کا اس کی خادی کراؤ جائے۔ یہ بالکل کیوں ہو کرہ جائے گا۔ نیز اس کی کربلا میکن اس بارہمید کو اپنی آنکھیں حلقوں سے نکھلی جسوس ہوئے نہیں۔

ایہی تک وہ جس جذباتی ہیجان میں بستارہ تھا اس پر تو اسی معلوم ہو رہا تھا جیسے برف باری ہو گئی ہو۔ یہ آواز جھلانگی کے علاوہ اور اس کی ہو سکتی تھی۔

”اپنے وقت کا عجیب ترین آدمی کرنی فریدی، آونڈنے کا ہر مریک اپ کا ماہر جس نے کچھ ایسے لوگوں ایجاد کیے تھے جن سے دفعی طور پر آنکھوں کی بناوٹ تک بدل جاتی تھی۔“

سر باداں کی گرفت میں بھی سے بھی سے باہت پیارہ مارہ تھا۔ آواز کی اچانک تبدیلی اس نے بھی جسوس کو کے حیرت سے آنکھیں چھاڑ دی تھیں۔

”آپ!“ حمید گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

”ماں! میں۔“ وہ سر جلوکی دشت زدہ آنکھوں میں بکھتا ہوا بولا۔ مجھے فزاد کرنے کی کوشش بہت چانسی کے تھے ہی بھروسے جاتی ہے سر سجاد اتم غوش تھا کہ مجھے اُتو بنا نے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ قمرے کے رتھے لیکن میں شروع ہی سے لیٹر اپنا رہا تھا۔ تم تک پہنچنے کے لیے اس سے بہتر نہ بیرادر کیا ہوتی؟“

”لک!... کرنل فریدی...“ سر سجاد مکلا کر بولا۔

”اس میں شبھے کی گنجائش نہ ہوئی چاہیے۔ فریدی مکرا۔“

ایک بار پھر شہر میں بھوچال سا آگیا۔ بات ایسی ہی تھی۔ مقتول سر سجاد نہ صرف زندہ ہو گیا تھا بلکہ بینیک آف کیناڈ کی دیکھی کا جنم بھی وہی ثابت ہوا تھا۔ اس کی شہری کوئی ہمچوں کے تھانے سے سونے کی ایسی ایسٹیں برآمد ہوئی تھیں جس پر بینیک آف کیناڈ اکی مہریں تھیں۔ شاید اسے انہیں پکھلا کر کسی دوسری شکل میں بتدیل کر دینے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ وافر تعداد میں غیر ملکی کرنی بھی برآمد ہوئی تھی اور یہ بھی بینیک آف کیناڈ اکی ملکیت تھی۔

دوسرے دن فریدی اپنے علیکے کے اس پیسے کے کھردہ تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہوئی تھیں نہیں۔

محض سید جی سادی تفیش اس تک کیے چہرے سکی۔

”تو اس لیٹرے کا وجود سرے سے تھا ہی نہیں۔“



فاضلیں اپنے دخون کو شکار کے ذریعے قتے شناختا تھا۔ کچھ دوست اپنے شکار پر لے گئے۔ سب نے فاضلیں سے کہا کہ وہ اپنے ناڈیاڑی کے جھر دکھائیں۔ اپنے بندوق جھسانا تو ناشد خطا گیا اور غافل اور گئی۔ تاہاں کل شرمندہ ہوا جو اس اڑتی ہے۔ غافل کی درعا شاہزادہ کے یہ قوت سے کھڑے ہوئے۔ یہ پھر واقع ہے کہ میں ایک مری ہوئی مرنبا کو تھے، تو اسے دیکھ رہا ہوں۔“

خانوں کا جال اس طرح پچھا ہوا ہے کہ ایک بھرپورے دوست
میں بآسانی گزرا ہو سکتے ہے پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا آپ نے
دیکھا ہی ہے۔ یہ نہ غلط ہے ایسے تھے کہ ان کی موجودگی کا شہر
بھوجانے کے باوجود وہ بھی انہیں دریافت نہ کیا جا سکتا۔ یہ بھی
محض الشاق ہے کہ دیہی سے لوٹ کا مال بھی پر آمد ہو گیا۔
میں کہتا ہوں یہ مجرسمیعد کہ بیان کے بعد اس ڈھونگ
کی خود رہتی ہی نہیں تھی۔ ایس۔ پڑھنے کہا۔

”میجر سعید کا بیان کوئی مددات اسی وقت تسلیم کرے گی
جب وہ دستاویزات پیش کی جائیں جن کے ذریعہ سرحداد کے
بلیک میل کرتا تھا یعنی سرحداد نے تو انہیں اسی رات کو
تکف کر دیا تھا۔ جب میجر سعید کو سچلنے کی ایکم بنائی تھی بہت
خود ری تھا جناب کہ سرحداد نے ہاتھوں پکڑا جاتا اور نہ اس
کے خلاف ثبوت کہاں تھے۔ ہمارے پاس یہ کیسی صرف وکلا
کی ذہنی بحث استک کاشاہی کاربن کر رہا جاتا تھا کیونکہ سرحداد نے
اپنے قتل کے سختے میں جو فراڈ کیا تھا سے بھی ایک ذمہ دار
آفیسر پر ظاہر تھی کہ دیا تھا اور شود آفیسر تھی کے مشورے کی بنا پر
روپوشی اختیار کی تھی۔ اتنے چالاک مجرم صرف فنا بھی کارروائیوں
سے قابو میں نہیں آیا گرتے۔ ان کے ساتھ فراڈ بھی کرنا پڑتا ہے
یہی ہے میرا عام طریقہ کارچے آپ لوگ بسند نہیں کرتے۔“
فریڈی خاموش ہو گیا اور اب بھی خاموش تھے جیہے
اس معصوم رہ کی کیلئے ملزم تھا جو اب شاید ہی سوچتی ہو کر
اے کاش اس کا باپ بھی تھی رہی قتل کر دیا گیا ہوتا!
پھر۔۔۔ تیرے دن وہ آدمی بھی پکڑ لیا گیا جو سرانع سماں
کے دفاتر کی خبر میں سرحداد تک پہنچایا کرتا تھا۔ اس کے لیے
نے سرحداد سے بھاری رقم ملتی تھی مگر وہ بھی اس کی شخصیت
سے واقع نہیں تھا اب تک اس کی ایک رہنمی کے چکر میں چھپا
کر وہ غیر فردشی پر آمادہ ہو گیا تھا۔

جمیدانِ خریدل کے عقلي المجن میں تھا جو گروہ کی طرف
جس سے مختلف لوگوں کو ملا کرتی تھیں! اکیا وہ سرحداد کی خبر پڑیں
ثابت ہو سکی تھیں، کئی دنوں بعد اے معلوم ہو سکا کہ وہ
بائیں ہاتھ سے بھی نکو سکتا تھا اور بائیں ہاتھ کی تحریر و اپنے
ہاتھ کی تحریر سے بالکل مختلف ہوتی تھی اسی لیے وہ نہ ہو گیا
کہ بائیں ہاتھ کی تحریر کو پیغام رسائی کا ذریعہ بناتا تھا۔

سے ان لوگوں کا تعاقب کرتا پھر تا تھا مگر اس کا مقصد صرف
یہ تھا کہ سرگردان ہی سمجھے کہ میں عمومی طریقوں سے آگے نہیں
بڑھ سکا۔ دوسرا طرف لیٹرے کی جیشیت سے داتی کام
کر رہا تھا۔ میرے پاس چھوٹے سخواریں بھی تھیں جو سرگردان نے
اکثر اپنے گھر گوں کو بھیجی تھیں۔ میں ان کی فکریں تھیں۔ سرحداد
سے قربی تلقنے رکھنے والوں کی تحریریں جیک کرتا پھر رہا تھا۔
یہ بتا دوں کہ اس دوران میں سرحداد کے ڈرامے میں بعض
خاطیاں نظر آ جانے پر میں اس کی طرف سے بھی غیر مطہن ہو
گیا تھا اس لیے اس کی لاٹبریک میں بھی گھنٹا پڑا ایکن دہان
تجھے تھوڑے نہ مل سکا اور یہ بہت اچھا ہوا تھا کہ میں لیٹرے ہی
کے بعد میں وہاں پہنچا تھا۔ بعد میں یہی پیر کام آگئی۔
کرامہ روپڑت کی وہ خبر سننے ہی دی تھی اور یہاں دفتر
میں لیٹرے والی حرکت کی بیلٹی کا۔ ہی مطلب تھا کہ یہ بات تھی
”مگر مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے سچ نہیں فوادی
ٹکرائے ہوں“ ایس۔ پیلو لا۔

”ایکینگ ہی تھہری۔“ فریڈی سکرایا کہ کرامہ روپڑت سے
اس خبر کی ترویج کر دی اور خیال ظاہر کیا کہ ہو سکتا ہے وہ تھا
لیٹرے ہی کی طرف سے بھی تھی ہو۔ اس مقصد کے تحت کہ
وہ نامعلوم آدمی مرحوب ہو کر بلیک میل ہو جائے اس سے چھلے
بھی میں مختلف طریقوں سے اس کی بیلٹی کرتا تھا کہ نامعلوم
مقتول کے پاس سرگردہ کے خلاف کافی ثبوت تھے جوں لیٹرے
کے ہاتھ لگ کے ہیں۔ اس کا تھیو یہ ہوا کہ وہ اپنے فریڈ کے
لوگوں کے ذریعے اپنے پھانسکی کوشش کرنے لگا، ادھر
سرحداد پر اچانک تھیسا کے جلنے بھی میرے شبہات کو مزید
تقویت دی! میجر سعید کی گرفتاری کے بعد تو میدان ہی
صاف ہو گیا تھا۔ سرحداد نے سوچا کہ لبس یہ اب آخری کافی نہ
یعنی لیٹرے سے بھی چٹکارا مل جاتا تو بہتر تھا ادھر میجر سعید
نے تھنہ ای میں بچھے جو بیان دیا تھا اے میں۔۔۔ کسی کے علم
میں نہیں لایا اور اسے سختی سے منع کر دیا کہ میرے تجویز کر دہ
بیان کے علاوہ اور ایک لفظ بھی پانی زبان سے نہ نکلنے
ظاہر ہے کہ اب سرحداد ہی میرا شکار تھا اور دوسرا طرف سرحداد
لیٹرے کی تاک میں تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ لیٹرے اسی کے
چکر میں ہے وہ نہ اس کی لاٹبریک میں اس طرح کیون گھستا
چھلی رات جب اس نے ساکہ دہ لاٹبریک میں موجود ہے تو
گویا اے تو مذہن مانگی مراد ملی۔ اس عمارت کے پیچے بھی تھے